سفرنامہ
ترکی، ازبکستان، ترکی
شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن اعظمی مدظلہ العالی
آزادول، جنوبی افریقہ
مع گیارہ (۱۱) رفقائے سفر
ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ نومبر و دسمبر ۲۰۱۹ء
جمع و ترتیب
عتیق الرحمن اعظمی
آزادول، جنوبی افریقہ
ZAM ZAM PUBLISHERS
زمزم پبلشرز
ناشر
ادارہ دعوۃ الحق ٹرسٹ 9362
آزادول 1750، جنوبی افریقہ

سفرنامہ

ترکی، ازبکستان، ترکی

شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اعظمی
دامت برکاتہم

مع گیارہ (۱۱) رفقاء سفر

ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ نومبر ودسمبر ۲۰۱۹ء

جمع وترتیب

عتیق الرحمن اعظمی

آزادول جنوبی افریقہ

نام کتاب : سفرنامہ ترکی، ازبکستان، ترکی
مصنف : شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اعظمی مدظلہ آزادول
ناشر : ادارہ دعوۃ الحق ٹرسٹ9362 آزادول 1750 جنوبی افریقہ
+ 27 8329 78648 FAX &TAL: + 27 11 413 3634
تاریخ طبع : جمادی الاخری ۱۴۴۲ھ فروری 2021
مطبع :

ملنے کے پتے

ادارہ دعوۃ الحق ٹرسٹ Idarah dawatul haq trust
215 cnr Jackaranda & sunflwer st. Azaadville South Africa
+27 8329 78648 TAL @ FAX: + 27 11 413 3634
E . mail : zahir@dawatulhaq.org.za

ادارہ احیاء سنت
9362 Azaadville 1750 South Africa
Tel . Fax : + 27 11 413 2661 Tel : +27 6425 85192

(دار النشر الاسلامیہ ڈربن)
Daarun Nashril Islaamiyyah 40084 Redhill 4071 S Africa
Tel. + 082 213 7250 (dnipublications@gmail. com

احیاء السنہ (بولٹن برطانیہ)
IUS, 140 BLACKBURN ROAD, BOLTON. BL 1 8DR. GREATER MANCHESTER
T : + 44120 438 8864 Cel +44 783 323 0540
E MAIL : ihyaa_us_sunnah@rocketmail.com

فہرست مضامین

شمار	مضامین	صفحہ

نقشہ ۹

Greenland
Iceland
Sverige (Sweden)
Suomi (Finland)
Norge (Norway)
Россия (Russia)
Canada
Hudson Bay
Danmark (Denmark)
United Kingdom
Ireland Éire
Беларусь (Belarus)
Polska (Poland)
Deutschland (Germany)
Україна (Ukraine)
Österreich (Austria)
Kazakhstan
Mongolia
France
România (Romania)
Italia (Italy)
España (Spain)
Portugal
Uzbekistan
Kyrgyzstan
Ελλάς (Greece)
Türkiye (Turkey)
Turkmenistan
United States
North Atlantic Ocean
中国 (China)
Tunisia
Syria
Iraq
Iran
Afghanistan
Morocco
Pakistan
Algeria
Libya
Egypt
Saudi Arabia
India
México
Gulf of Mexico
Cuba
Western Sahara
Myanmar (Burma)
Mauritania
Mali
Niger
Chad
Sudan
Yemen
Oman
Guatemala
Caribbean Sea
Nicaragua
Arabian Sea
Bay of Bengal
Thailand
Venezuela
Guyana
Suriname
Colombia
Burkina Faso
Ghana
Nigeria
South Sudan
Ethiopia
Somalia
Kenya
Vietnam
Malaysia
Ecuador
Gabon
DR Congo
Indonesia
Brasil (Brazil)
Perú
Tanzania
Angola
Zambia
Mozambique
Bolivia
Namibia
Zimbabwe
Madagascar
Botswana
Indian Ocean
Paraguay
Chile
South Atlantic Ocean
South Africa
Uruguay
Argentina
Harita verileri ©2012 Google, INEGI

نقشہ ۱۰

KAZAKHSTAN
UZBEKISTAN
TURKMENISTAN
KYRGYZSTAN
TAJIKISTAN
AZERBAIJAN
ARMENIA
GEORGIA
TURKEY
IRAN
IRAQ
CHINA
PAKISTAN
AFGHANISTAN
INDIA
Caspian Sea
Black Sea
Aral Sea
Lake Balkhash
Sea of Azov
Lake Van
Lake Urmia
Yekaterinburg
Kazan'
Omsk
Chelyabinsk
Ufa
Petropavl
Kiev
Samara
Pavlodar
Semey
Oral
Aqtöbe
Qaraghandy
Donets'k
Volgograd
Don
Volga
Atyrau
Astrakhan'
Sarysaghan
Leninsk
Qyzylorda
Almaty
Aqtau
Sukhumi
Batumi
T'bilisi
Trabzon
Bishkek
Shymkent
Nukus
Tashkent
Farghona
Osh
Yerevan
Baku
Nagorno-Karabakh
Nakhichevan
Stepanakert
Kashi
Samarqand
Bukhoro
Dushanbe
Nebit-Dag
Chardzhou
Amu Darya
Termiz
Kurgan-Tyube
Tabriz
Aleppo
Mosul
Ashgabat
Mary
Tehrān
Kabul
Baghdad
Islāmābād
Euphrates
Tigris
Scale 1:19,000,000
Lambert Conformal Conic Projection, standard parallels 47°N and 62°N

Aral Sea
KAZAKHSTAN
Kizilorda
Syrdarya
Muynak
Kungrad
Altinkul
UZBEKISTAN
Khalkabad
Nukus
Turkistan
Karatau
Taraz
KYRGHYZSTAN
Chimkent
Arys
Kunya-Urgench
Mangit
Uchkuduk
Issik-Kul Lake
Tashauz
Urghench
Turtkul
Zarafshan
Gazalkent
Khiva
Tashkent
Namangan
Aidar-Kul Lake
Chinaz
Syrdarya
Almalyk
Andijan
Osh
Marghilan
Gagarin
Nurata
Dustlik
Gulistan
Yangier
Ferghana
Dizak
Navoi
Gulyu Aral
Bukhara
Kagan
Samarkand
Nurabad
Pedgikent
TURKMENISTAN
TADJIKISTAN
Turkmenabad
Shakhrisabz
Karshi
Dushanbe
Ashgabad
Mary
Termez
Mazari Sharif
Mashhad
Serakhs

انتساب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور تمام سلف صالحین خصوصاً
حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین
کے نام جن کی قربانیوں کی برکت
سے آج دنیا میں دین زندہ ہے

تصدیق

شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن اعظمی دامت برکاتھم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق وتسہیل سے ایک زمانہ تک انتظار کے بعد ازبکستان (مرغینان، سمرقند، بخارا اور ترمذ) کا سفر ہوگیا۔ باتیں ہوتی رہتی تھیں لیکن پروگرام نہیں بن رہا تھا کل شیئ مرهون بوقته.

ڈربن کے دس (۱۰) علماء نے اس سفر کا پروگرام بنایا ان میں اکثر میرے شاگرد اور خصوصی تعلق والے علماء تھے، ان میں سب سے زیادہ متفکر منتظم اور فعّال مولانا محمد ادریس ہنسا تھے، جو امیر جماعت بنے۔

ان لوگوں نے مجھے دعوت دی اور اپنے ساتھ لے گئے، ہر طرح سے خدمت کی، فلائٹ میں میرے لئے بزنس کلاس میں ہر جگہ بکنگ کرائی، ہر جگہ اچھے ہوٹل میں قیام کا انتظام کیا، ۸، ۹ دن کا سفر تھا، آتے جاتے ترکی، استنبول، قونیہ کی بھی زیارت ہوئی۔

واپسی کے بعد مختلف جگہوں پر کارگزاری سنائی گئی، میں نے یہاں آزادول اور اس کے اطراف میں، ہمارے ساتھیوں نے ڈربن میں۔

میں نے یادداشت کے لئے کچھ باتیں نوٹ کی تھیں، ہمارے ساتھیوں نے زیادہ تفصیل سے لکھا تھا، اور جگہوں کے فوٹو بھی لئے تھے۔

افادہ کو عام کرنے کے لئے تجویز ہوئی کہ کتابی شکل میں تیار کردیا جائے تو زیادہ فائدہ ہوگا اور باقی رہے گا، علماء کے سفرناموں کے پڑھنے سے بہت معلومات ہوتی ہیں، اور فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

عزیزم مفتی عتیق الرحمٰن اعظمی سلمہ نے کتابی شکل میں مرتب کردیا، ہمارے ساتھیوں سے ڈربن سے رابطہ کرکے تفصیل معلوم کرلی، تاریخی جگہوں کے فوٹو بھی مل گئے۔

تاریخی شخصیات کا تعارف بھی تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرکے درج کردیا، جس سے معلومات میں خاصہ اضافہ ہوگا۔

کہیں متکلم کا صیغہ ہے جہاں میری تحریر یا بیان ہے، کہیں غائب کا صیغہ ہے جہاں ساتھیوں کا بیان ہے، اس طرح کلام میں تفنن پیدا ہوگیا ہے، اس سے پڑھنے کا لطف ملے گا۔ وللناس فیما یعشقون مذاهب۔

انشاء پردازی اور مضمون نگاری کا انداز نہیں ہے، صرف تاریخی معلومات ہیں، بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے ان کے ساتھ محبت اور عقیدت میں اضافہ ہوا اور ان کی خدمات پر ان کے لئے دعائے مغفرت اور ان کے درجات کے بلندی کی دعا کی توفیق ہوئی اور یہ سبق لیا گیا کہ ہم کو بھی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی کوشش زیادہ سے زیادہ کرتے رہنا چاہئے، یہ ہمارے لئے صدقۂ جاریہ ہوگا، وما ذالك على الله بعزیز.

فضل الرحمٰن اعظمی آزادول

۱۶، جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ ۳۱، دسمبر ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين.

لقد كان في قصصهم عبرة لأولي الألباب (يوسف : ١١١)

الحمدللہ، والد ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اعظمی ادام اللہ فیوضہ کو اللہ تعالی نے متنوع دینی خدمات سے مشرف فرمایا ہے، جن میں مختلف ممالک اور شہروں کے اسفار بھی داخل ہیں، انہی اسفار میں سے ازبکستان کا سفر بھی ہے جو بعض اعتبار سے چند خصوصیات کا حامل ہے، ازبکستان وسط ایشیا کے ان ممالک میں سے ایک ملک ہے جن پر روس نے ظلم وستم کی انتہاء کردی تھی، اب اللہ تعالی نے ان کو آزادی عطا فرمائی تو وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اہل دین ان کی طرف رخ کریں اور دوبارہ دین کے احیاء کیلئے جدوجہد کریں، کیونکہ باطل بھی اپنی محنت میں لگا ہوا ہے، حضرت مفتی تقی عثمانی زید مجدہ نے لکھا ہے کہ کرغیزستان میں سلفی اپنا استواء علی العرش وغیرہ کا مسئلہ لے کر پہنچ چکے ہیں۔ (سفر در سفر ص ۱۳۷)

چنانچہ اس مقصد کیلئے مختلف علما واہل دین وہاں کا سفر کر چکے ہیں، ان

میں سے کئی حضرات نے اپنے سفرنامے بھی مرتب کر کے شائع کئے۔

یہ سفراس وقت کیلئے مقدر تھا تو اللہ تعالی نے اسکے اسباب بھی فراہم فرما دیئے، جیسا کہ اس مضمون سے معلوم ہوگا، سفر کا اصلی مقصد تو تبلیغ دین ہوتا ہے چاہے جس طریقہ سے بھی ہو، چنانچہ حضرت والد محترم زید مجدہ نے اپنے رفقاء کے سامنے مذاکرہ کرتے ہوئے اسکی طرف توجہ بھی دلائی، وہ بھی اس مضمون کے اندر موجود ہے، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن ۵ / ۴۴۳ میں لکھا ہے کہ اکابر علماء سلف وخلف نے عام مقامات متبرکہ کی طرف سفر کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

سفر سے واپسی پر خود بندہ کے دل میں بھی داعیہ پیدا ہوا اور حضرت والد محترم زید مجدہ اور دوسروں کی طرف سے اشارے بھی ہوئے کہ اس سفر کو ترتیب دے کر عام کرنا چاہئے، بندہ نے ہمت کر لی، اور اللہ تعالی نے کام تکمیل تک پہنچا دیا، والحمد لله على ذلك۔

بعد واپسی حضرت والد دامت برکاتہم اور رفقاء نے مختلف مجالس کے اندر کچھ احوال بھی سنائے، جن میں حضرت مدظلہ کی دو مجلسیں زیادہ عام اور مفید رہیں، ایک تو علماء کی مجلس جو آزادول میں مولانا احمد صابر کے مکان میں ۲۰ / ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۸ / دسمبر ۲۰۱۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب منعقد کی گئی اور دوسری عام مجلس اسکے بعد والے دن جمعرات کو بعد مغرب دار العلوم آزادول کی مسجد میں رکھی گئی، ان میں حضرت والد محترم دامت برکاتہم نے اپنی ڈائری میں لکھی ہوئی یادداشتوں کی مدد سے کچھ تفصیلی کارگزاریاں

سنائیں، انہی دونوں مجالس کو اور ڈائری کو بنیاد بنا کر اور دیگر ذرائع سے فائدہ اٹھا کر یہ مضمون ترتیب دیا گیا ہے، اور اس میں دیگر رفقاء کا تعاون بھی شامل رہا ہے، خصوصاً مفتی محمد راوت اور مولانا آصف علی اور مولانا سلیمان بھاجی صاحبان کے بیانات اور آخر الذکر کے نوٹس، جس میں انھوں نے ایام اور اوقات کی تعیین کا خاص اہتمام فرمایا تھا، ان سے بھی فائدہ اٹھایا گیا، اللہ تعالی ان سب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور اس مضمون کو ہر ایک کی طرف سے قبول فرما کرامت کیلئے مفید بنائے۔ آمین یارب العالمین

مضامین کی ترتیب، عناوین، حوالجات کی تفصیل اور حواشی مرتب کتاب کی طرف سے ہیں۔

اس سفر نامہ میں حضرت شیخ صاحب یا شیخ الحدیث صاحب کا لفظ بار بار آئے گا، اس سے مراد صاحب سفر وسفر نامہ حضرت مولانا فضل الرحمن اعظمی زید فضلہ ہی مراد ہیں، ہمارے یہاں اپنے متعلقین میں آپ اسی لفظ سے متعارف ہیں۔

اللہ تعالی نے اس سفر میں نیت اور فکر کی برکت سے تبلیغ کے مواقع بھی فراہم فرما دیئے، جن میں خاص طور سے میر عرب مدرسہ بخارا میں علماء وطلبہ کے ایک بڑے مجمع میں عربی خطاب بھی ہے، اس کے علاوہ بھی اس سفر میں مختلف مواقع میں دینی باتیں ارشاد فرمائیں، ان میں سے اکثر کا خلاصہ بھی اس مضمون میں افادۂ عام کی نیت سے شامل کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالی کمی بیشی کو معاف فرمائے اور اس خدمت کو خالصۃً لوجہ اللہ

بنائے اور ہم سب کیلئے صدقۂ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

بندہ عتیق الرحمن اعظمی

آزادول جنوبی افریقہ

شب یکشنبہ ۲۸/جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ

۲۲/فروری ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سفر ازبکستان

تمہید

از مرتب

معمولات

۱۔ حضرت والد محترم مولانا فضل الرحمن صاحب دامت برکاتہم کا معمول ہے کہ سفر سے پہلے ضروریات سے فارغ ہو کر نوافل کی چند رکعتیں ادا فرماتے ہیں۔

۲۔ سفر سے قبل ضروری کاغذاتِ سفر (پاسپورٹ، ٹکٹ اور ویزا) پر ایک نظر ڈال کر اطمینان کر لیتے ہیں، اور سامان کا اپنی زیر نگرانی معقول انتظام فرما لیتے ہیں۔

۳۔ سفر سے پہلے سفر کی تفصیلات (اوقات اور سواری کا انتظام وغیرہ) معلوم کر کے اطمینان کر لیتے ہیں اور قابل اطمینان وقت پر سفر کا افتتاح فرماتے ہیں تاکہ سفر میں ذہنی الجھنیں نہ پیدا ہوں اور کوئی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

۴۔ ادعیہ مأثورہ وآداب شرعیہ کا اہتمام بھی رہتا ہے۔

۵۔ سفر و حضر میں مصحف شریف ساتھ رکھنے کا معمول ہے، دوران سفر یا فارغ اوقات میں غیر ضروری باتوں میں مشغولیت کے بجائے قرآن پاک کی تلاوت یا ذکر واشغال میں اشتغال رہتا ہے، بعضے اوقات دوران سفر سیٹ ہی پر بیٹھ کر نفل نماز ادا کرنے کا بھی معمول ہے، نوافل کے اندر حالت سفر میں شہر کے باہر استقبال قبلہ بھی شرط نہیں ہے۔

چنانچہ حسب معمول ۲۸ رنومبر کو جمعرات کے دن ۱۲ بجے کے بعد چند طلبہ کے ساتھ لینیسیر یا ڈومسٹک (مقامی) ائیر پورٹ روانہ ہوئے، وہاں سے ہوائی جہاز کے ذریعہ طلبہ کے ساتھ ڈربن کا سفر ہوا اور شام کو مدرسہ نعمانیہ چیسٹھ وتھ ڈربن میں (جسکی شوری کے آپ امیر ہیں اور جہاں ہر سال آپ ختم بخاری شریف کیلئے تشریف لے جاتے ہیں) ختم بخاری شریف کے جلسہ میں بخاری شریف کے آخری درس کے ذریعہ حاضرین مجلس کو مستفید فرمایا، رات مولانا الیاس پٹیل صاحب مدظلہ کے گھر پر قیام فرمایا، پھر ۱؍ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۹ نومبر ۲۰۱۹ء جمعہ کے روز صبح ہوائی جہاز کے ذریعہ جوہانسبرگ کا، پھر وہاں سے ترکی اور ازبکستان کا سفر ہوا، جسکی تفصیل قارئین اس مضمون میں پڑھیں گے۔ (مرتبِ کتاب عتیق الرحمن اعظمی)

نحمده ونصلّی علی رسوله الکریم

أعوذُ باللّٰه من الشیطان الرجیم بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

فاقصُص القَصصَ لعلّهم یتفکّرون (الأعراف : ۱۷۶)

یأیها الذین آمنوا اتّقُوا اللّٰه وکونُوا مع الصادقین (توبة ۱۱۹)

مقصد

جب مدینہ منورہ کا سفر ہوتا ہے تو وہاں دو جگہوں کی زیارت سنت ہے: ایک تو شہداء احد کی زیارت، دوسرے قباء کی زیارت، اور اس میں بڑی مصلحتیں ہیں: ایک تو شہداء احد کیلئے رفع درجات کی دعا اور ایصال ثواب، شہداء کی مغفرت کا تو قرآن میں اعلان ہو چکا ہے، نیز ان کی قبور کو دیکھ کر عبرتیں حاصل کرنا کہ انھوں نے تو دین کیلئے اپنی جانیں دے دیں ہم کیا کرتے ہیں، اسی طرح قباء تاریخی جگہ ہے، لمسجد أسس علی التقوی من أول یوم أحق أن تقوم فیه کا اولین مصداق یہی مسجد ہے، بعد میں مسجد نبوی ہے، اس میں دو رکعت نماز کا ثواب عمرہ کے برابر ہے، (الصلوة فی مسجد قباء کعمرة. ترمذی ۱/۴۷ عن أسید بن ظهیر، وحسنه)

اسی طرح دوسری یادگار اور تاریخی جگہوں پر جاتے ہیں: ایک تو ان کیلئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کو ہماری اور پوری امت کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے اسلام کیلئے بڑی بڑی خدمتیں انجام دیں، اور دوسرا

مقصدان سے عبرت لینا ہوتا ہے۔

ایک اور چیز بھی ہے وہ ہے مدفون بزرگوں سے استفادہ کرنا، حضرت گنگوہیؒ سے پوچھا گیا کیا یہ جائز ہے؟ تو فرمایا: جی ہاں، مگر یہ سب کا کام نہیں، صرف خاص لوگوں کا کام ہے۔

ہم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کو دیکھا ہے وہ بڑے حضرت رائپوریؒ (مولانا عبدالرحیم صاحبؒ) کی قبر پر مراقبہ کرتے تھے، لیکن یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے، صرف خاص لوگ کر سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تذکرہ میں آتا ہے کہ وہ ہندوستان سے حرمین شریفین تشریف لے گئے اور ایک سال سے زیادہ وہاں رہے اور وہاں سے حدیث شریف لائے اور اب ماشاء اللہ یہ علم پوری دنیا میں پھیل رہا ہے، تو اس میں یہ بھی آتا ہے کہ جب وہ دلی سے سورت جا رہے تھے، کیونکہ اس وقت بمبئی میں بندرگاہ نہیں بنی تھی، سورت میں بندرگاہ تھی، تو راستہ میں جہاں جہاں بزرگوں کی قبریں آتیں ان کی زیارت بھی کرتے تھے، لہذا قبور کی زیارت اچھا عمل ہے، شد الرحال کے ساتھ ہو یا بغیر شد الرحال کے: ألا فزوروها، فانها تذكر الآخرة۔ (مشکوۃ ص ۱۵۴)

ملک ازبکستان اور وسط ایشیاء

یہ وہ علاقہ ہے جس کو کتابوں میں خراسان کے نام سے ہم پڑھتے ہیں، آج کا خراسان تو بہت چھوٹا ہوگیا، صرف ایران کا ایک حصہ رہ گیا، حج کے موقع پر ایرانی آتے ہیں تو انکے جھنڈے پر لکھا ہوا ہوتا ہے خراسان، پہلے زمانہ کا خراسان بہت لمبا چوڑا تھا: ایران کا کچھ حصہ، افغانستان اور ازبکستان اور اسکے آس پاس کا علاقہ سب خراسان کہلاتا تھا، حضرت امام بخاریؒ کے تذکرہ میں ملتا ہے کہ جب وہ امام احمدؒ سے ملاقات کیلئے جاتے تو امام احمدؒ ان سے کہتے: کب تک خراسان میں رہوگے، یہاں آجاؤ۔ (دیکھئے ھدیۃ الدراری ص ۳۳)

لیکن حکومتوں کی تقسیم کی وجہ سے اب یہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، ازبکستان ہندوستان سے تو قریب ہے، ہندوستان کے بعد پاکستان پھر افغانستان اسکے بعد ازبکستان، لیکن ہم لوگ تو دنیا کے بالکل کنارے رہتے ہیں اسلئے زیادہ اڑنا پڑتا ہے۔

ابن قتیبہ کا کہنا ہے کہ خراسان کی فتح کی ابتداء حضرت عثمانؓ ہی زمانہ میں ہوگئی تھی، عبداللہ بن عامر بن کریز نے مرو اور مروالروذ تک صلحاً فتح کیا تھا، اس کے بعد حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں سعید بن عثمان کے ہاتھوں سمرقند، کج، نسف اور بخارا وغیرہ فتح ہوئے اور یہ بھی صلح کے طور پر، اس کے بعد مھلب بن ابی صفرہ اور قتیبہ بن مسلم نے فتح کیا۔ (معارف ابن قتیبہ ۱/ ۵۶۸)

عبداللہ بن عامر صحابی ہیں، سن ۴ھ میں ولادت ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

تحنیک فرمائی تھی، علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ولی البصرہ وغیرھا وافتتح خراسان، بصرہ میں ۵۹ھ میں وفات ہوئی۔ (تاریخ اسلام علامہ ذہبی ۲/ ۵۱۵ طبقہ سادسہ (۵۱ھ تا ۶۰ھ) طبع بتحقیق دکتور بشار عواد)

۳۱ھ کے ذیل میں لکھا ہے کہ نیشاپور اور خراسان کو ۳۱ھ میں فتح کیا، یعنی حضرت عثمان ؓ کے دور خلافت میں۔ (ایضا ۱/ ۱۹۸ طبقہ رابعہ (۳۱ھ تا ۴۰ھ)

اور مہلب کے بارے میں لکھتے ہیں: عام الفتح میں پیدا ہوئے اور ہند میں جہاد کیا، عبداللہ بن زبیر کی طرف سے ۶۸ھ میں جزیرہ کے والی بنے، خوارج سے جنگ کے والی ہوئے، پھر خراسان کے والی بنے اور وہیں مروالروذ میں ذوالحجہ ۸۲ھ یا ۸۳ھ میں وفات ہوئی اور انکے بعد انکے بیٹے یزید خراسان کے والی بنے۔ (ایضا ۲/ ۱۰۱۱ طبقہ ۹)

قتیبہ کے بارے میں لکھتے ہیں: أمیر خراسان کلها بعد امرة الریّ وهو الذی افتتح خوارزم وبخاری وسمرقند وقد کانوا کفروا ونقضوا ثم افتتح فرغانةَ والترك فی سنة ۹۵ھ وولی خراسان عشر سنین۔ (ایضا ۲/ ۱۱۵۷ طبقہ ۱۰)

عبداللہ بن عامر اور قتیبہ مشہور شخصیتیں ہیں، ان کا تذکرہ بہت ساری کتب تواریخ میں موجود ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ؒ تحریر فرماتے ہیں:

بخارا کی فتح کیلئے جب قتیبہ بن مسلم دریاء جیحون پر پہنچے تو کفار نے تمام کشتیاں اپنے قبضہ میں کرلیں تاکہ عبور نہ کرسکیں، ان بزرگوں کی پوری زندگی کا وظیفہ یہی تھا کہ اپنی مقدور تک مادی اسباب کو جمع کرتے اور استعمال کرتے اور جہاں مادی اسباب جواب دیدیں تو پھر براہ راست مسبب الاسباب کی بارگاہ میں دعا اور اس کی طرف توجہ ان کا آخری اور کامیاب حربہ تھا، قتیبہ بن مسلم نے یہ حال دیکھ کر اللہ تعالی سے دعا ان الفاظ کے ساتھ کی: اللّٰھم ان کنتَ تعلم أني ماخرجت الا للجهاد في سبيلك ولاعزاز دينك ولوجهك فلا تغرقني في هذا البحر، وان خرجت لغير هذا فاغرقني في هذا البحر۔

یہ دعا کرکے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالدیا اور پورا لشکر پیادہ وسوار دریا میں اتر گیا اور اللہ تعالی کے فضل سے کسی ایک سپاہی کو ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچا، سب صحیح سالم ایسے دریا کو عبور کرگئے جیسے خشک زمین۔ (روح البیان ۳/۴۳۸ توبہ: ۴۱) (از کشکول ۲۷۸)

(یہ ملک ان ممالک میں سے ہے جنکے اوپر کمیونسٹ روس کا قبضہ رہا، ۱۹۲۴ء سے ۱۹۹۱ء تک ان کے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنا رہا، اور ۱۹۹۱ء میں اس کو آزادی ملی، ۳۵ ملین کی آبادی ہے، ۹۵ فیصد مسلمان اور ان میں بھی ۹۵ فیصد پکے حنفی ہیں۔ الحمدللہ۔ (بیان مفتی محمد راوت)

اللہ تعالی ان ممالک کو ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے ۔ ۱؎

۱؎ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں: کیمونزم اور سوشلزم جو انسانی فطرت عقل سلیم اور تمام ادیان و مذاہب کے خلاف ایک انتہا پسندانہ جابرانہ نظام ہے، اس کی بنیاد ہی انکار خدا، طبقہ واری نفرت وعداوت اور انفرادی آزادیوں کا گلا گھونٹنے پر رکھی گئی ہے، اس لئے اس نظام کو کہیں بھی برضا ورغبت قبول نہیں کیا گیا، سب سے پہلا سوشلسٹ انقلاب جو روس میں زار شاہی کا تختہ الٹ کر ۱۹۱۷ء میں برپا کیا گیا تھا وہ خود ظلم ودرندگی کی ایسی لرزہ خیز داستان ہے کہ اس کے سامنے زار شاہی کی چیرہ دستیاں بھی شرما گئیں...... روسی کیمونزم نے ۲۹ مسلم ممالک کو ہڑپ کیا........... ان میں سے ۵ ممالک ماوراء النہر (وسط ایشیا) میں، ۱۳ قفقاز (کوہ قاف) کے علاقہ میں، اور باقی گیارہ ایشیا کے دوسرے خطوں میں اور یورپ میں واقع ہیں۔ (یہ تیرے پراسرار بندے، یعنی سفرنامہ افغانستان ص ۲۹۳ و ۲۹۴ ملخصا)

ان ممالک کی تفصیلات بیان کیں اور یہ کہ ان پر کیسے مظالم ڈھائے گئے اور اسلام کو ختم کرنے کی حتی کہ ملکوں اور شہروں کے نام بدلنے میں بھی روس نے کیا کیا محنتیں کیں ان کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

نام ممالک	دارالحکومت	آبادی	مسلم آبادی
ازبکستان	تاشقند	۸،۵۰۰،۰۰۰	۸۸ فیصد
تاجکستان	دوشنبے	۳،۰۰۰،۰۰۰	۹۸ فیصد
ترکمانستان	عشق آباد	۲،۰۰۰،۰۰۰	۹۰ فیصد
قزاقستان	الما آتا	۹،۰۰۰،۰۰۰	۹۸ فیصد
قرغزستان	فرونز (Frunze)	۲،۵۰۰،۰۰۰	۹۱ فیصد

مزید دیگر ممالک کے حالات لکھنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

روس کے خونخوار ریچھ کو افغانستان تک پہنچنے میں ۶۲ سال کا عرصہ لگا اور جب وہ یہاں پہنچا تو بوڑھا ہو چکا تھا، یہ سارے علاقے صدیوں اسلامی علوم وثقافت کے گہوارے اور عظمت اسلام کا عنوان رہ چکے ہیں، خصوصاً وسط ایشیا (ماوراء النہر) کا خطہ زمین تو اندلس سے بھی بڑھ چڑھ کر صدیوں اسلامی علوم وفنون کا مرکز رہا ہے، لیکن یہ بھی آزاد دنیا سے اس بری طرح کاٹ دیا گیا تھا کہ اندلس کے برعکس

اسے غمخواری کیلئے کوئی یہ کہنے والا بھی میسر نہ آیا کہ

پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی؟ باقی ہے ابھی رنگ مرے خون جگر میں

ماوراء النہر عربی لفظ ہے جسکے معنی ہیں دریا کے اس پار، دریا (النہر) سے مراد دریاء آمو ہے جسکا قدیم نام جیحون تھا، یہ افغانستان کو روس کی ہتھیائی ہوئی مسلم ریاستوں سے الگ کرتا ہے، دریا کے جنوب میں افغانستان اور شمال میں دریا کے اس پار والے مما لک تاجکستان، ازبکستان اور ترکمانستان ہیں اور انہی کے پیچھے شمال میں قزاقستان اور قرغیزستان ہیں، یہ پانچ مما لک جو وسط ایشیا میں واقع ہیں روسی تسلط سے پہلے ان کا مجموعہ مغربی ترکستان کہلاتا تھا............ (ایضا ص۲۹۹و۳۰۰)

اور فرمایا کہ عبداللہ بن مبارک اور امام مسلمؒ کے استاذ محمد بن عبداللہ قہزاذ مرو ترکمانستان کے تھے، اور ازبکستان کے رہنے والوں کے یہ نام ذکر کئے ہیں: امام بخاری، امام ترمذی، فقیہ ابواللیث سمرقندی، صدر الشہید (عمر بن عبدالعزیز بن عمر، ولادت ۴۸۳ھ میں ہوئی اور صفر ۵۳۶ھ میں سمرقند میں شہید ہوئے اور بخاری میں مدفون ہیں۔ (فوائد ۱۴۹)، صاحب ہدایہ، صاحب بدائع الصنائع، امام ماتریدی، خواجہ بہاء الدین نقشبندی، ابونصر فارابی، ابن سینا، اور الغ بیگ۔ (ایضا ص۳۰۱)

۲۷ را پریل ۱۹۷۸ء کو روس کے شہ پر کمیونسٹ خلق پارٹی کے لیڈر نور محمد ترہ کئی نے صدر داؤد خاں کو قتل کر کے "سرخ کمیونسٹ انقلاب" برپا کر دیا اور افغانستان پر کمیونسٹ حکومت قائم کر دی۔ ۲۷ ردسمبر ۱۹۷۹ء کو روسی فوج افغانستان میں داخل ہوئی۔ (ص۸۷و۸۹و ۲۱۹)

اگست ۱۹۹۱ء میں جہاد آخری مراحل میں تھا۔ (ص۷ حرف آغاز)

اس طرح ۱۹۱۷ء تا ۱۹۹۱ء: کل ۷۴ سال ہوتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

وسط ایشیاء کی جو مسلم ریاستیں ستر سال سے زائد سوویت یونین کی محکوم رہیں، اور سوویت یونین کے تار تار ہونے کے بعد آزاد ہوئیں وہ ازبکستان، تاجکستان، کرغیزستان، قازقستان اور ترکمانستان کے ناموں سے اب الگ الگ ملکوں کی حیثیت اختیار کر گئی ہیں، یہ پورا علاقہ کسی زمانہ میں ترکمانستان کہلاتا تھا اور علم وفضل کا بہت بڑا مرکز تھا......(دیکھئے سفر در سفر ص ۱۳۳و ۲۷۲)

سفر کا پس منظر

ازبکستان جانے کا ارادہ مدتوں سے تھا، مگر جب کوئی چیز مقدر ہوتی ہے تو اللہ تعالی اسباب فراہم کردیتے ہیں، ڈربن کے کچھ علماء نے ہم کو (حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کو) فون کیا کہ ہم ازبکستان کا سفر کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو ہم ساتھ لے جانا چاہتے ہیں، تو ہم نے کہا کہ ہم تیار ہیں، پھر چند دنوں کے بعد تین علماء کرام مفتی محمد ہنسا، مفتی محمد راوت اور مولانا آصف علی ہوائی جہاز سے سفر کر کے صرف دو گھنٹے کیلئے آزادول تشریف لائے، اور آمنے سامنے بیٹھ کر مشورہ کیا، میں نے (حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے) اپنی بیماری اور معذوری کی وجہ سے سفر میں اپنی سہولیات کا مطالبہ کیا، خدام علماء کرام نے سب شرائط منظور کر لئے، اور واپس جا کر ازبکستان میں ایک کمپنی ہے ہلال ٹراولز ان سے رابطہ کر کے ۹۔۱۰ دنوں کا نظام الاوقات تیار کیا، اور اسکو بھیجا، لیکن اس میں مرغینان داخل نہیں تھا، تو ہم نے اسکی بھی درخواست کی، چنانچہ وہ بھی نظام الاوقات میں داخل کیا گیا، جسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔

رفقاء سفر: مولانا آصف علی، مولانا سہیل تتلی، مولانا فیصل پاڈیا، مولانا محمد روات، مولانا سلیمان بھامجی، مولانا جنید خاں، مولانا اسماعیل جاڈوت، مولانا محمد بستان (یہ سب حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کے تلامذہ اور خلفاء ہیں)، مولانا محمد ہنسا، سفر کے منتظم، اور ان کے بھائی مولانا اسماعیل ہنسا جو پہلے

سے پہنچ چکے تھے(۱۱ نفر)۔

(حضرت شیخ صاحب دامت برکاتہ تقریباً ۴۳ سال سے بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں اور دیگر کتب دینیہ کے تدریس کا زمانہ تو ۵۰ سال سے بھی متجاوز ہے، ۲۰ سال کی عمر میں فارغ ہونے کے بعد سے مسلسل درس کا سلسلہ جاری ہے، اسلئے آپ کی معیت میں ہمارے اسلاف کے ان متبرک مقامات کی زیارت کی دلی تمنا تھی، چنانچہ حضرت نے ارادہ کرلیا اور چند تلامذہ بھی آپ کے ساتھ جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ (بیان مفتی محمد راوت)

(ان دس ایام میں ۹ مرتبہ ہوائی جہاز کا اور چار مرتبہ ٹرین کا سفر ہوا اور ۴۸ مقامات کی زیارتیں ہوئیں۔(رفقاء سفر)

۲ر ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ، ۲۹ رنومبر ۲۰۱۹ء، یوم الجمعہ: ڈربن سے جوہانسبرگ کا سفر ہوا، اصل وقت سفر کا ۱۰/۱ کا تھا، لیکن جہاز ۴۰/۱ تک مؤخر ہوا، اسلئے ظہر کی نماز سفر (قصر) ائیر پورٹ پر ادا کی گئی اور فرمایا: ہم مسافر ہیں، مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں، الدین یسر۔

سفر سے قبل مذاکرہ ومشورہ (مقصد سفر)

ہوائی جہاز جوہانسبرگ میں ۳۸ / ۲ کو اترا اور ۱۵ / ۳ کو کیپٹن پارک پہنچے، مولانا عبد العزیز لہر صاحب کے یہاں طعام اور آرام تھا، وہاں سب ساتھی جمع تھے تو مختصر مذاکرہ ہوا: کہ ہمارا مقصد سفر کیا ہے؟ میں نے (شیخ

صاحب نے) کہا کہ ہمارا مقصد اور نیت تو تبلیغ کی ہے، یہ ہماری جماعت ہے، اگر چہ زبانی دعوت نہیں دے سکتے مگر شکل وصورت اور لباس کے ذریعہ بھی دعوت ہوسکتی ہے، پھر مشورہ کر کے مولانا محمد ہنسا کو امیر مقرر کیا گیا، اور یہ بھی کہا کہ ہم کوشش کرینگے کہ بزرگوں کی قبروں اور زیارت گاہوں کی زیارت کیلئے جائیں گے تو اس سے عبرت اور سبق لیں گے اور اپنی محنت کو آگے بڑھائیں گے، اس کے بعد یہ دعا کی گئی کہ جس ملک کی زیارت کیلئے ہم جارہے ہیں اسکو اللہ تعالی دوبارہ اسکی اصلی حالت کی طرف واپس فرمادے اور دین کو دوبارہ زندہ فرمادے جیسے ان بزرگوں کے زمانہ میں تھا، اور دوران سفر بھی بار بار یہ بات مذاکرۂ دُہرائی جاتی رہی۔

(ان بزرگوں کے زمانہ میں جیسے امت نے ان سے استفادہ کیا دوبارہ امت کو ان کی برکات سے مستفید فرما۔ آمین (مفتی محمد راوت)

استنبول، ترکی

ساڑھے چار کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر ائیر پورٹ ۵۰/ ۴ کو پہنچے، ائیر پورٹ کی کارروائیوں سے فارغ ہو کر وہیں مغرب کی نماز ادا کر کے ۱۵/ ۷ کو جہاز استنبول کیلئے روانہ ہوا، اور صبح ۴۰/ ۵ کو (ساؤتھ افریقہ کا ٹائم: ۴۰/ ۴) استنبول ائیر پورٹ پر اترا، (سفر تقریباً ۱۰ گھنٹے کا ہوا)، ائیر پورٹ پر کوئی پریشانی نہیں ہوئی، بخیر وعافیت ائیر پورٹ سے باہر نکل گئے۔

۲۳ ربیع الآخر، ۳۰/ نومبر ہفتہ: پہلے سے گاڑی کا انتظام ہو چکا تھا،

ٹرکیش ائیرلائن میں یہ فائدہ ہے کہ دوفلائٹ کے درمیان وقفہ ہوتا ہے تو وہ ہوٹل دیتے ہیں، چنانچہ ۶/۴۵ کو ائیرپورٹ سے باہر نکل کر ائیرلائن کی گاڑی سے سفر کر کے تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد یورو پاک ہوٹل (Euro pak hotel) پہنچے، وہاں طلوع آفتاب اِن دنوں میں ۸ بجے ہوتا ہے، وہیں نماز فجر پڑھ کر کچھ دیر آرام کیا، پھر ناشتہ کر کے ۱۱ر بجے کے قریب گاڑی کرایہ پر لیکر استنبول کی مشہور میوزیم توپ کاپی دیکھنے کیلئے روانہ ہوئے، ظہر کی نماز ایک مسجد جس کو بلو مسجد (BLUE MOSQUE) کہتے ہیں جس کو سلطان احمد نے ۱۶۱۶ء میں بنایا ہے۔ ۱۲ (جہانِ دیدہ)، اس میں پڑھ کر ہوٹل واپس آ کر تھوڑا آرام کیا، آج کل بلو مسجد کی مرمت ہورہی ہے، لیکن بہت زائرین تھے۔

ائیرپورٹ پر عصر کی نماز پڑھ کر سات بجے کے بعد ٹرکیش ائیرلائن سے شام کو تاشقند کیلئے سفر شروع ہوا، ۱ر دسمبر اتوار کو تاشقند ائیرپوٹ پر ۱/۴۰ کو اترا، الحمد للہ ائیرپورٹ سے جلدی ہی فراغت ہوگئی، ائیرپورٹ پر کوئی پریشانی نہیں ہوئی، تقریباً تین بجے رات ہوٹل (دانیال)(Daniel hill) پہنچ گئے، رات بڑی ہوتی ہے، رات کے باقی حصہ میں یہیں آرام کیا، صبح کو مرغینان کا سفر ہوا جیسا کہ آرہا ہے۔

تاشقند، شاش

تاشقند آج کل ازبکستان کا دارالخلافہ (کیپیٹل) ہے، اس کا اصل نام شاش ہے [۱]۔ جہاں پر بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے جیسے ابو علی احمد بن محمد شاشی حنفی جو ابوالحسن الکرخی کے شاگرد، م ۳۴۴ھ، اور قفال شاشی ابوبکر محمد بن علی شافعی ولادت ۲۹۱ھ، وفات ۳۶۵ھ، تفصیل آگے آرہی ہے، شاید اصول الشاشی کے مصنف بھی وہیں کے ہوں گے، (اصول الشاشی کے مصنف کی تعیین کے بارے میں بڑی بحثیں ہیں۔ (دیکھئے فن اصول فقہ کی تاریخ، ڈاکٹر فاروق حسن ص ۱۷۷ تا ۱۸۰)

ازبکستان کے مسلمانوں کے حالات

مسلمان بہت کثیر تعداد میں ہیں، بلکہ ازبکستان میں مسلمان اکثریت میں ہیں، ۹۵ فیصد مسلمان ہیں، ہم سمجھتے تھے کہ مسلمان بہت کم ہیں، اور زندگی بہت خراب ہے، لیکن وہاں جا کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے، تاشقند میں ایک جامع مسجد ہے جامع امام کے نام سے یعنی جامع امام قفال شاشی، اس میں

---

[۱] بعض کتابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاش بڑا شہر ہے اور تاشقند اس کا ایک حصہ ہے یا پہلے ایسا رہا ہو، جیسے خواجہ عبیداللہ احرار کے تذکرہ میں الشقائق النعمانیہ کے مصنف لکھتے ہیں: ولد رحمہ اللہ فی بلدۃ طاشقند من ولایۃ شاش۔ (ص ۱۵۵)

جمعہ کی نماز پڑھی گئی، دس ہزار سے زیادہ ہی مصلی رہے ہوں گے، مسجد بھری ہوئی تھی، بہت مسلمان ہیں، سب سلام بھی کرتے ہیں، ہم سلام کرتے ہیں تو جواب بھی دیتے ہیں، صرف اتنا ہے کہ ڈاڑھی نہیں ہے، شرعی لباس نہیں ہے، باقی اسلام اور مسلمان کی بہت سی باتیں ابھی تک باقی ہیں، وہاں کے بادشاہ کا نام شوکت ہے، الحمد للہ وہ بھی اسلامی ذہن رکھتا ہے، بلکہ وہاں کے لوگ اس کو حکومت جمہو یہ اسلامیہ کہتے ہیں، جیسے پاکستان کا حال ہے ایسی ہی یہاں ہے، حکومت بہت سے دینی ادارے اور مسجدیں اپنے خرچہ سے بناتی ہے، ایک مرتبہ ریلوے اسٹیشن پر ہم کو نماز پڑھنی تھی، لیکن نماز کی جگہ اوپر تھی، سیڑھی چڑھنا ہمارے لئے مشکل ہے، تو ہمارے ساتھیوں نے بعض آفس والوں سے بات کی تو انھوں نے صرف نماز پڑھنے کیلئے پورا آفس خالی کر دیا، سب وہاں سے نکل گئے اور ہم نے وہاں جماعت کر کے نماز پڑھی، الحمد للہ اللہ تعالی راستہ کھول رہے ہیں۔

ازبکستان وغیرہ میں ان دنوں میں دن مختصر ہوتا ہے اور رات لمبی، موسم بہت ٹھنڈا ہوتا ہے، بعض مرتبہ بعض جگہوں پر صفر سے بھی نیچے ہو جاتا ہے۔

وہاں کے سکہ کا نام ہے سوم (som) اور بہت گرا ہوا، ایک ڈالر کے دس ہزار سوم ملتے ہیں، لیکن ملک خوش حال نظر آیا، شہر تو اچھے تھے، ہوسکتا ہے دیہاتوں کا حال کچھ کمزور ہو، پورے سفر میں ایک دو کے سوا مانگنے والے نظر نہیں آئے۔

مرغینان صاحب ہدایہ کا وطن

۴/۴/۱۴۴۱ھ، ۱/دسمبر ۲۰۱۹ء

اتوار کو کچھ دیر آرام کے بعد علی الصباح فجر کی نماز ہوٹل ہی میں پڑھ کر مرغینان کے سفر کیلئے تیاری شروع ہوگئی، پہلے مرغینان نظام سفر میں داخل نہیں تھا، جب خدام علماء کرام نے نقشہ اور پروگرام بھیجا تو میں نے (حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے) دیکھا کہ اس میں تو مرغینان نہیں ہے تو فون کر کے درخواست کی کہ مرغینان تو دل میں بیٹھا ہوا ہے، اس کو بھی داخل کرو، چنانچہ انھوں نے وہاں (ھلال ٹراولز ازبکستان Hilal Travels) کو فون کیا، تو انھوں نے تاشقند کے دنوں میں سے کچھ وقت کاٹ کر مرغینان کا سفر طے کر دیا۔

۶/بجے کے بعد صبح صادق ہوجاتی ہے، فجر کی نماز پڑھ کے سات بجے ہوٹل سے چل کر ریلوے اسٹیشن پہنچے اور ۸ بجے ٹرین (ریل گاڑی) روانہ ہوئی۔

(گاڑی میں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے کچھ نصیحت بھی فرمائی جو ریکارڈ کیا گیا۔ (خدام)

۴۲۰ کلو میٹر کا فاصلہ تھا، لیکن بہت تیز رفتار گاڑی تھی، بہت کم اسٹیشنوں پر ٹھہرتی، اور بہت آرام دہ تھی، سیٹوں کے درمیان ٹیبل (تخت) بنا ہوا تھا، اس پر اپنا دسترخوان وغیرہ جو ساتھ تھا کھول کر کھایا پیا گیا، اور آرام

کرتے ہوئے جلدی ہی تقریباً پانچ گھنٹوں کا سفر کرکے، ۱/۳۰ کو مرغینان اسٹیشن پہنچے، وہاں پہنچ کر صاحب ہدایہ کا جو گھر ہے جہاں انھوں نے بیٹھ کر ہدایہ لکھی تھی اس کے قریب ہی ایک مسجد ہے وہاں ہم گئے، ظہر کی نماز تو ہوچکی تھی، ہم نے اپنی نماز پڑھی، ہمارے پہنچنے کے بعد بستی کے امام صاحب اور کچھ موقر بڑی عمر کے لوگ جمع ہوگئے۔

وہاں جب بھی لوگ ملتے ہیں تو سلام کرتے ہیں اور ہاتھ سینہ پر رکھ کر گویا اشارہ کرتے ہیں کہ ہمارے سینہ میں آپ کیلئے جگہ ہے، شاید أھلاً و سھلاً کا اشارہ ہے، زبان سے بول نہیں سکتے تو اشارے سے کہتے ہیں، یہ استقبال کا ایک طریقہ ہے، جس مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی گئی، اس کا نام خدایار مسجد ہے اور ۱۶۰ سال قدیم ہے، ایک آدمی نجار لاولد تھے انھوں نے اپنے ایصال ثواب کے لئے اپنے خرچہ سے بنائی تھی، وہ پرانی ہوگئی تھی تو اب لوگوں نے دوبارہ دوسال قبل مرمت کرکے بہت اچھی بنائی ہے، ہمارے یہاں کی مسجدوں سے بھی اچھی ہے، صاف ستھری، بہترین نقش ونگار، بہترین قسم کی اعلی قالین۔

مرغینان کی مسجد میں مختصر دینی مجلس

مقامی لوگوں نے درخواست کی کہ کچھ دیر دینی مجلس ہوجائے، حالانکہ ہم جاتے وقت ڈر رہے تھے کہ پتہ نہیں کیا ہوگا، کیونکہ پہلے قصے سنے تھے کہ

بہت سخت چیکنگ (تفتیش) ہوتی ہے، پیسے دیکھتے ہیں، سامان دیکھتے ہیں، کہاں رہو گے، کتنے دن رہو گے وغیرہ بہت سارے سوالات ہوتے ہیں، لیکن ہمارے ساتھ کچھ نہیں ہوا، بس پاسپورٹ رکھا، سکہ لگایا اور باہر نکل گئے، امام صاحب شیخ عبدالواحد ماشاء اللہ عالم معلوم ہو رہے تھے، عربی بولتے تھے، عام لوگ عربی نہیں سمجھتے ہیں، انکی اصلی زبان ترکی زبان سے ملتی جلتی ہے، کیونکہ یہ لوگ اصل میں ترک ہیں، فارسی الفاظ بھی پائے جاتے ہیں، تو ان حضرات کی درخواست پر ایک ساتھی (مفتی محمد راوت) نے قرآن کی تلاوت کی اور ہم (حضرت شیخ صاحب مدظلہ) نے انکو دین کی کچھ باتیں سنائیں، حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری کی پہلی و آخری حدیث سنادی اور دعا ہوئی، اور امام صاحب کو قومہ جلسہ کا کارڈ بھی دیا اور اس مسئلہ میں کوتاہی کا بھی تذکرہ کیا۔

(معلوم نہیں پہلے سے اعلان کئے بغیر کیسے یہ حضرات جمع ہو گئے، آنے کے بعد کچھ نصیحت کی درخواست کی تو حضرت شیخ صاحب مدظلہ نے تھوڑی نصیحت کی اور دعا کی درخواست پر دعا بھی کی، بہت سے لوگ اپنے بچوں کو لیکر آئے اور حضرت شیخ صاحب مدظلہ سے درخوات کی کہ صرف اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھ دیجئے اور دعا بھی کروائی، اور بہت عقیدت کے ساتھ دیکھتے رہے، علماء کی بہت قدر کرتے ہیں۔ (بیان مفتی محمد راوت)

ہدایہ وصاحب ہدایہ

پھر یہ سب لوگ ہم کو صاحب ہدایہ کے اس کمرہ میں لے گئے جہاں علامہ مرغینانی نے ہدایہ مرتب فرمائی جو مسجد کے قریب ہی ہے، صاحب ہدایہ علامہ علی مرغینانی نے اس کمرہ میں بیٹھ کر ۱۳ سال کی مدت میں ہدایہ لکھی اور وہ بھی اس طرح کہ منہی عنہ ایام کو چھوڑ کر ہر دن روزہ رکھتے اس طرح کہ کسی کو معلوم بھی نہ ہو، خادم کھانا لا کر رکھ دیتا، یہ کسی اور کو کھلا دیتے، خادم واپس برتن لینے کیلئے آتا تو وہ سمجھتا کہ انھوں نے کھالیا وہ برتن لیکر چلا جاتا۔

محدث علامہ اعظمیؒ فرماتے ہیں: اللہ نے علم میں ان کو وہ درجہ دیا کہ وہ اپنے اساتذہ سے بڑھ گئے تھے، ان کے علمی تفوق و برتری کی سب سے بڑی دلیل ان کی کتاب ہدایہ ہے، جس کو سمجھ کر پڑھا دینا آج عالم ہونے کی دلیل ہے۔ (اعیان الحجاج ص ۳۴۶ کراچی)

حکومت نے اس کو باقی رکھا ہے، وہاں ایک بہت اچھا قبہ بنا ہوا ہے اور بیٹھنے کی جگہ بھی ہے، قالین اور کرسی وغیرہ بھی ہے اور ایک نگران آدمی ہر وقت موجود رہتا ہے، اس نے ہمارا استقبال کیا، اندر گئے، ایسی جگہوں پر جاتے ہوئے ایک تو خوشی بھی ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی شرم بھی آتی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے کارنامے انجام دے گئے اور ہم کیا کر رہے ہیں، وہاں ہدایہ کا دیباچہ پڑھا گیا (مفتی سہیل تتلی نے پڑھا) جس میں ہے وللناس فیما یعشقون مذاهب، اور ہم (حضرت شیخ صاحب مدظلہ) نے کتاب کے شروع

سے کچھ عبارت بھی پڑھی، ایصال ثواب کیا گیا اور دعا کی گئی، دل بہت باغ باغ تھا، حسن اتفاق سے مدرسہ نعمانیہ چیست وتھ میں ہدایہ کے چاروں اجزاء پڑھانے والے مدرسین اس سفر میں ساتھ تھے، جنکے اسماء گرامی بالترتیب اس طرح ہیں: مفتی سہیل تتلی، مفتی محمد ہنسا، مفتی محمد راوت، مفتی فیصل پاڈیا۔

صاحب ہدایہ کا گاؤں مرغینان ہے جو چھوٹا شہر ہے، مشرق میں تاجکستان کے قریب فرغانہ بڑا شہر ہے، مرغینان اِسی فرغانہ کا ایک حصہ ہے، لیکن اس چھوٹے شہر میں بھی لوگوں نے بتایا کہ ۲۶ مسجدیں ہیں، اور غیروں کا کوئی عبادت خانہ کنیسہ، گرجا وغیرہ کچھ نہیں، سب مسلمان ہیں، لیکن صاحب ہدایہ کا انتقال وہاں نہیں ہوا، ان کی قبر وہاں نہیں بلکہ سمرقند میں کہیں ہے، معلوم نہیں کہاں ہے، کمیونسٹوں نے قبور وغیرہ سب کو ختم کردیا ہے، وہاں کب گئے تھے، کس مناسبت سے گئے تھے، یہ سب تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں، حالانکہ ہم نے بھی ان کا تذکرہ لکھا ہے، ابھی مزید تلاش میں ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خاندان

پھر وہاں سے شہر والے ہم کو ایک اور بہت بڑے کمرہ کے پاس لے گئے اس میں دو بہت اونچی اونچی قبریں ہیں، وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے اور پوتی کی قبریں ہیں، پوتے کا نام ابوبکر بتاتے ہیں، اور پوتی کا نام عُبیدۃ ان کی قبر کو گوراول (یعنی پہلی قبر) کہتے ہیں،

وہاں کے امام شیخ عبدالواحد کا کہنا ہے کہ یہ لوگ قتیبہ بن مسلم کے ساتھ ۹۵ھ میں ازبکستان آئے تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال [۱]

اور لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ یہ لوگ جب وہاں آئے تھے تو مدینہ سے کبوتروں کا ایک جوڑا لائے تھے اور انکو پالا تھا، اس وقت سے یہاں کبوتر بہت ہیں، پوری چھت بھری ہوئی تھی، شاید ہزاروں کی تعداد میں، لوگ ان کو دانہ ڈالتے ہیں اور دعاء کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے ہماری دعاء قبول ہوگی، کچھ لوگوں نے جو وہاں تھے ہم سے بھی دعاء کیلئے کہا، اور وہاں یہ رواج ہے کہ جب بھی کوئی ملتا ہے تو دعاء کیلئے کہتا ہے اور وہاں اس طرح دعا نہیں جیسے ہم لوگ یہاں کہہ دیتے ہیں: اللہ خیر کرے، بلکہ وہاں جب بھی دعاء کیلئے کہتے ہیں تو فوراً ہاتھ اٹھا کر دعاء کرواتے ہیں، چاہے آدھا منٹ یا ایک دو منٹ، تو ہم نے بھی دعاء کر دی، بہت اچھے اچھے لوگ ہیں، اچھی اچھی صفات والے۔

نیز انھوں نے ایک خلوتگاہ بنائی تھی جہاں وہ بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے وہاں بھی قبہ بنا ہوا ہے، وہاں بھی لوگ زیارت کیلئے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کی نسل ابھی تک ہے، صاحب ہدایہ کو بھی ان کی نسل سے بتایا جاتا ہے۔ (مقدمہ ہدایہ ج ۳ مولانا عبدالحئی لکھنویؒ)

نیز یہاں پر اور بھی بہت سے علماء ومحدثین کی قبریں ہیں۔

---

[۱] کتابوں میں ایک نام ملا: ابوبکر بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ، تفصیلی حالات اب تک دستیاب نہ ہو سکے، جمہرہ انساب العرب ۱۳۷ میں صرف اتنا لکھا ہے: ثار بالسوس زمان مروان ابن محمد وابنه هاشم بن أبي بكر ولي قضاء مصر ومات بها وله بقية بالكوفة۔

عصر کی نماز اسی مسجد میں ادا کی گئی جہاں ہم نے اپنی ظہر پڑھی تھی، وہاں اور ترکی میں بھی ایک بیماری یہ ہے کہ لوگ نماز بہت جلدی جلدی پڑھتے ہیں، شاید چار رکعات کیلئے پانچ منٹ بھی نہیں لگتے، ہمارے خیال میں نماز واجب الاعادۃ ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلاد بن رافع کو تین بار نماز دہرانے کا حکم فرمایا تھا۔ (بخاری ۱/ ۱۰۴ و ۱۰۹ و ترمذی ۱/ ۶۶)

چند خوبیاں

البتہ ایک خوبی یہ ہے کہ نماز کے بعد بھاگتے نہیں، یہ بیماری سلفیوں نے ایجاد کی ہے کہ دعاء بدعت ہے، البتہ یہ لوگ وظیفے بہت لمبے چوڑے پڑھتے ہیں: امام کہتا ہے سبحان اللہ تو سب مقتدی سبحان اللہ پڑھتے ہیں، اسی طرح الحمدللہ اور اللہ اکبر، پھر آیت کرسی بھی پڑھتے ہیں، قرآن کی تلاوت بھی ہوتی ہے، پھر اجتماعی دعاء بھی ہوتی ہے، ان سب کے بعد لوگ جاتے ہیں، نماز جمعہ کے لئے بھی جلدی آتے ہیں، بیان سنتے ہیں، نماز کے بعد سب وظائف پورا کر کے جاتے ہیں اور تقریباً سو فیصد مصلی حضرات جمعہ کے بعد والی سنت مؤکدہ ادا کرتے ہیں۔
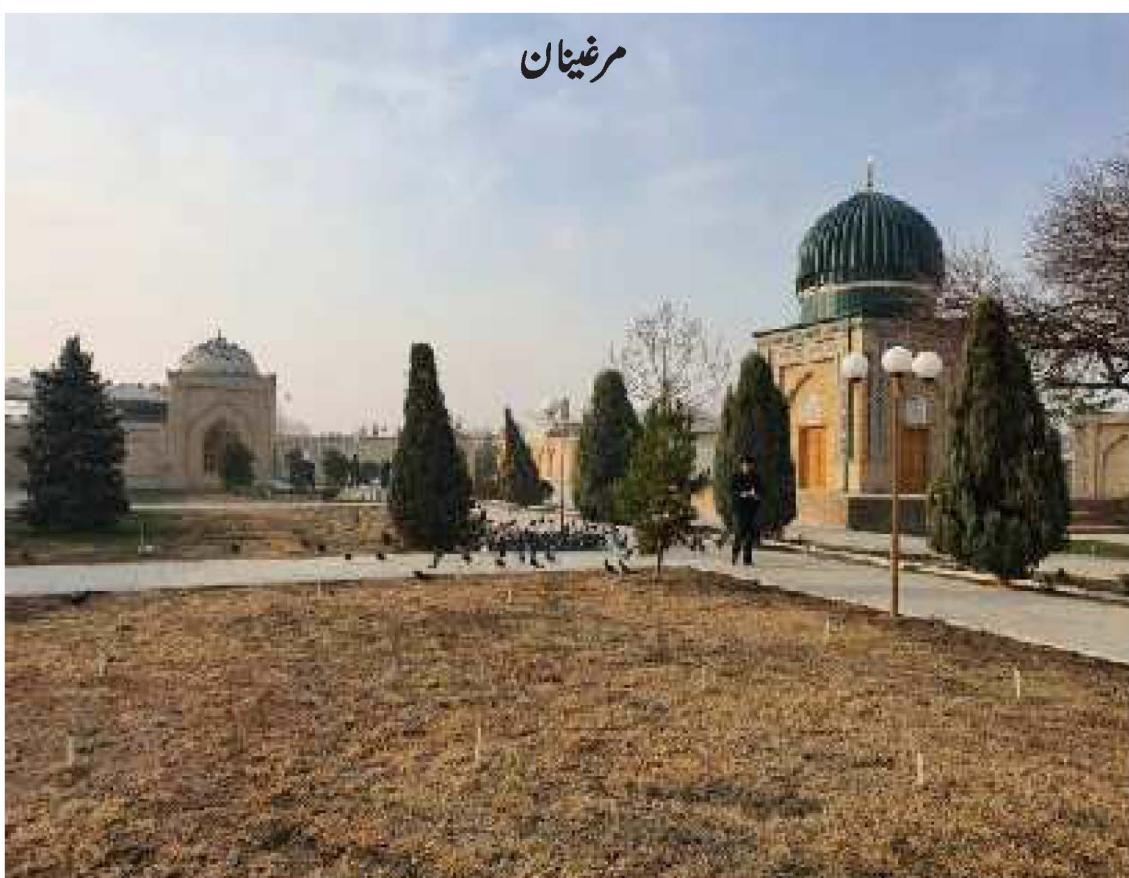
(بہت سی جگہ حضرت شیخ صاحب لوگوں سے پوچھتے کہ تم قرآن پڑھ سکتے ہو؟ قرآن پڑھنے والے تو بہت کم ملے، سواء چند علماء اور حفاظ کرام کے جو بعض مدارس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں بہت کم قرآن جاننے والے ملے، البتہ

ان میں یہ خوبی ہے کہ وہ نماز کے بعد جاتے نہیں ہیں، بلکہ دیگر تسبیحات وغیرہ کے ساتھ کم از کم ایک آیت قرآن کی ضرور پڑھی جاتی ہے، حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ یہ لوگ قرآن پڑھنا جانتے نہیں، پڑھ نہیں سکتے، کم از کم سنکر اس بہانے سے قرآن کا ایک ختم کرلیں گے۔ (مفتی محمد راوت)

(حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے ہمیں وہاں یہ بھی یاددلایا کہ حضرت امام بخاریؒ بچپن میں نابینا ہوگئے تھے، ان کی والدہ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالی نے امام صاحبؒ کی بینائی کو واپس کردیا تھا، یہ ان کی والدہ کے تقوی کی برکت تھی۔

ہم نے اس سفر میں یہ صفت بہت سے لوگوں میں دیکھی، مرغینان میں ایک جگہ ایک بوڑھی عورت نے آکر دعا کی درخواست کی، حضرت شیخ صاحب مدظلہ نے سری دعا کی، وہ کچھ فاصلہ پر تھی، آواز سن نہیں سکتی تھی مگر اسکی آنکھوں میں آنسو تھے، اسی طرح بعض اور جگہوں پر بھی ایسا ہوا کہ حضرت شیخ صاحب مدظلہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو لوگ دیکھتے ہی جہاں ہیں وہیں دعا کیلئے ہاتھ اٹھا لیتے، کبھی کبھی ۴۰۔۵۰ میٹر دوری کے باوجود ہاتھ اٹھا کر اس دعا میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتے، ان کے یہاں دعا کا اتنا اہتمام اور قدر ہے، اتنے سال ظلم و ستم اور حالات کے بعد بھی بہت سی اچھی صفات موجود ہیں۔ (مفتی محمد راوت)
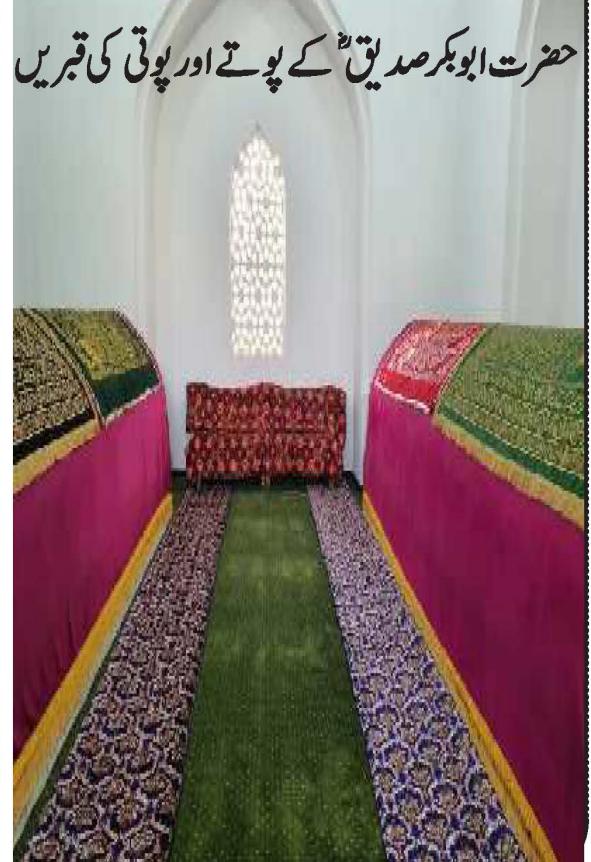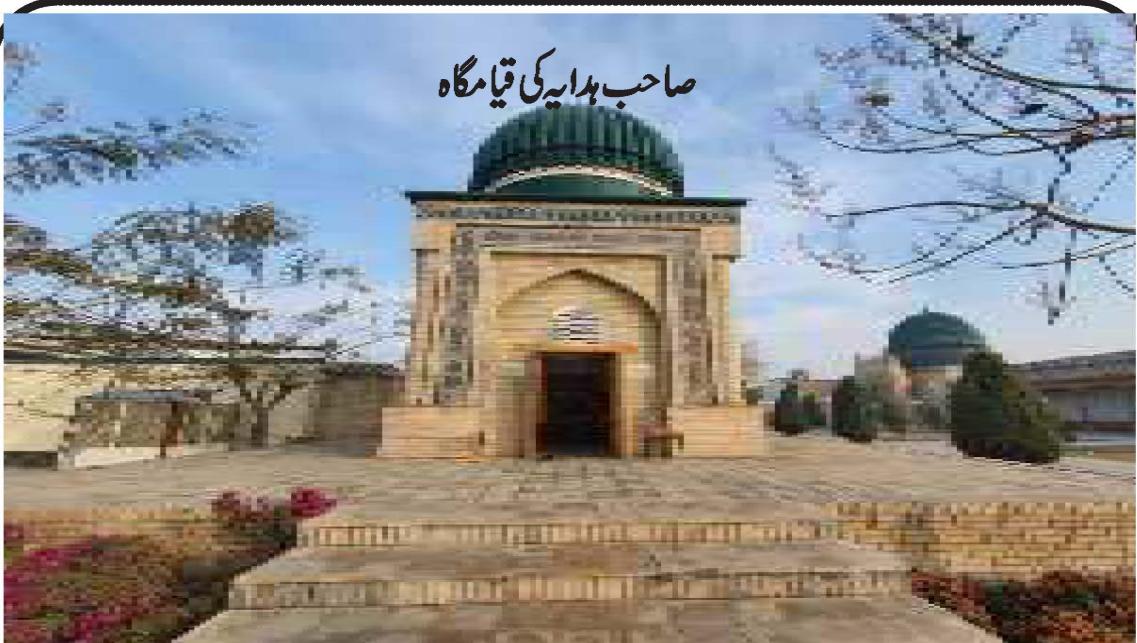
مرغینان
عبادتخانہ
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے اور پوتی کی قبریں

صاحب ہدایہ کی قیامگاہ
خدایار مسجد
صاحب ہدایہ کمپلکس

عصر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ لوگ ہم کو ایک ریسٹورانٹ میں لیکر گئے، بہت ترقی یافتہ تھا اور بہترین انتظام تھا، وہاں ہم اور مقامی سب لوگ بیٹھے اور کھانا کھایا گیا، معلوم نہیں کھانے کا انتظام ہمارے ساتھیوں کی طرف سے تھا یا ان لوگوں کی طرف سے۔

(کھانے کے بعد وہاں کے امام کو دیکھا گیا کہ حضرت شیخ صاحب مدظلہ نے جس پیالہ کو استعمال کیا تھا اس میں وہ پانی ڈال کر پی رہے تھے، بظاہر تبرک حاصل کرنے کیلئے ایسا کر رہے تھے، بہت متاثر معلوم ہو رہے تھے۔ (بیان مفتی محمد راوت صاحب و مولانا سلیمان بھاجی صاحب)

یہ شکل وصورت کے ذریعہ دعوت ہے۔ (عتیق)

تاشقند واپسی اور پر تکلف دعوت

تقریباً تین گھنٹے مرغینان میں قیام رہا، کھانا کھا کر اسٹیشن گئے اور ٹرین کے ذریعہ تاشقند واپسی ہوئی، پانچ گھنٹے سفر کر کے رات دس بجے کے قریب تاشقند پہونچے، یہ ٹرین بھی بہت اچھی، صاف ستھری تھی، بیت الخلاء وغیرہ کا بھی اچھا انتظام تھا، البتہ سونے کی جگہ نہیں تھی۔

استنبول سے تاشقند آتے ہوئے جہاز میں ایک ازبکی مسافر ملا تھا، اس کا نام تھا شیر زادہ، دوران سفر اس سے بات چیت ہوئی، تعارف ہوا، (اس نے خدام سے حضرت شیخ صاحب مدظلہ کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں۔

(خدام) اور بہت متاثر ہوا، اور جس رات مرغینان سے واپسی ہوئی اس رات کافی دیر ہو چکی تھی، پھر بھی اس نے دس بجے کے بعد ایک ریسٹورانٹ (No Comment) میں پورے قافلہ کی شاندار اور پر تکلف دعوت کی، بقول خدام کے شاید کھانا تیار کرنے میں دس ہزار رینڈ کا خرچہ کیا گیا تھا اور کھانا کے بعد حضرت شیخ صاحب مدظلہ کو بہت ہی قیمتی ہدیہ بھی دیا، جب کھول کر دیکھا گیا تو ایک سیل (موبائل) فون تھا، خدام کا کہنا ہے کہ اس کی قیمت شاید ۲۰، ۲۵ ہزار رینڈ (ساؤتھ افریقہ) سے کم نہیں ہوگی، دوسرے علماء کرام سے بھی اس کے تعلقات رہے ہیں، کئی علماء کے فوٹو اسکے پاس موجود تھے، ان کا تذکرہ کر رہا تھا، بہت خوش معلوم ہو رہا تھا۔

یہیں پر ایک عالم مولانا حکمت اللہ سے ملاقات ہوئی جو اردو بول رہے تھے اور دار العلوم کراچی سے فارغ تھے [۱]۔

بعد فراغت ہوٹل میں قیام و آرام کیا، پہلے سے ہوٹل بک تھا، زیادہ آرام کا وقت تو نہیں ملتا تھا، لیکن طبیعت بہت اچھی رہی اور نشاط بھی رہا، الحمد للہ۔

---

[۱] حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے بھی انکا تذکرہ کیا ہے تاجکستان کے سفرنامہ میں۔ دیکھئے سفر در سفر ص ۲۷۶۔

نیز حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ازبکستان کا بھی سفر فرمایا تھا ۱۹۹۲ء میں، لیکن سفرنامہ نہ لکھ سکے جیسا کہ کرغیزستان کے سفرنامہ کے ذیل میں خود ہی ذکر فرمایا ہے۔ (ایضا ص ۱۳۴)

ترمذشریف

۵/ربیع الآخر، ۲/دسمبر، سوموار

صبح سویرے تقریباً ۶/ بجے نماز فجر ہوٹل ہی میں ادا کی گئی، اس کے بعد ڈومسٹک ایئر پورٹ سے ہوائی جہاز کے ذریعہ ترمذ کا سفر شروع ہوا، ہوائی جہاز کا اصل وقت ۸/۱۵ تھا، لیکن روانہ ہوا ۸/۵۰ کو، اور ۱۰ بجے کے قریب ترمذ اترا، ترمذ میں چھوٹا ائیر پورٹ ہے جو ابھی نیا نیا بنا ہے، وہاں ایک عجیب بات دیکھی جو ویسٹ انڈیز میں بھی دیکھی تھی کہ جب ہوائی جہاز اترتا ہے تو استقبال کیلئے گانے بجانے والے آتے ہیں، یہاں بھی تھے، اسلئے ہم لوگ ائیر پورٹ پر اندر کے حصہ میں بیٹھے رہے، جب یہ لوگ چلے گئے تب نکلے۔

تاشقند ازبکستان کے بیچ میں ہے، مرغینان مشرق کی طرف ہے، اور ترمذ مغرب میں افغانستان کے باڈر کے پاس ہے، اسی کے پاس دریا جیحون ہے، یہاں ایک ٹیلہ ہے، جب ہم حکیم ترمذی کی قبر کی زیارت کر کے واپس آرہے تھے تو گاڑی کے ڈرائیور نے کہا کہ اس ٹیلہ کے اوپر چڑھ کر جیحون دریا بھی نظر آتا ہے، چنانچہ ہمارے ساتھی اور میں بھی اوپر چڑھ گئے، وہاں سے وہ نہر نظر آرہی تھی، ماوراء النہر کا لفظ کتابوں میں بکثرت آتا ہے تو اس سے مراد یہی جیحون ہے، بچپن سے سن رہے تھے بلاد ماوراء النہر، علماء ماوراء النہر، یہ افغانستان کا باڈر ہے، یہی دریا درمیان میں حائل ہے، اس کو آج کل دریائے آمو کہتے

ہیں [۱] اوراوپر فرغانہ کے بھی اوپر دوسرا دریا ہے جس کو سیحون کہتے ہیں، ان دونوں کے درمیان کا جو علاقہ ہے یہ سب ماوراء النھر کہلاتا ہے، جیسے ہندوستان میں دو دریا ہیں گنگا، جمنا، ان دونوں کے درمیان کے علاقہ کو کہتے ہیں: دوآبہ؟ یعنی دو پانیوں کے بیچ کی جگہ، اسی طرح اردن میں بھی ایک نہر ہے اس کا ذکر قرآن میں ہے، وہ بھی ہم نے دیکھی ہے، وہ چھوٹی نہر ہے، یہ بہت بڑی نہر ہے۔

جیحون اور سیحون کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

دریاء جیحون اور سیحون کی فضیلت میں بعض لوگ ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں، حالانکہ وہ حدیث جیحان اور سیحان کے بارے میں وارد ہوئی ہے نہ کہ جیحون وسیحون کے بارے میں، وہ حدیث مسلم شریف میں اس طرح آئی ہے: سیحان وجیحان والفرات والنیل کل من أنهار الجنة. (مسلم ۲/۳۸۰)

امام نوویؒ لکھتے ہیں: اعلم أن سیحان وجیحان غیر سیحون وجیحون، فأما سیحان وجیحان المذکوران فی هذا الحدیث الذان هما من أنهار الجنة فی بلاد الأرمن فجیحان نهر المِصّیصة

---

[۱] مفتی رفیع عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: یہ شہر آمو دریا کے شمالی کنارے پر افغانستان کے بالکل قریب ہے، صرف دریا بیچ میں حائل ہے، جہاد افغانستان کے دوران روسی افواج نے اسے اپنی رسد و کمک اور افغانستان پر فضائی حملوں کا بہت بڑا مرکز بنایا ہوا تھا۔ (یہ تیرے پراسرار بندے ص ۳۰۱)

وسيحان نهر اذنه، وهما نهران عظيمان جدا أكبرهما جيحان، فهذا هو الصواب فى موضعهما، وأما قول الجوهرى فى صحاحه: جيحان نهر بالشام فغلط أو أنه أراد المجاز من حيث أنه ببلاد الأرمن وهى مجاورة بالشام،قال الحازمى:سيحان نهر عند المصيصه، قال وهو غير سيحون،وقال صاحب النهاية: سيحان وجيحان نهران بالعواصم عند المصيصه وطرسوس واتفقوا كلهم على أن جيحون بالواو نهر وراء خراسان عند بلخ واتفقوا أنه غير جيحان وكذلك سيحون غير سيحان۔ (شرح مسلم للنووى)۳۸۰/۲

پھر قاضی عیاض نے اس کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس کی تردید کی۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: وترمذ بلدة على ساحل جيحون وهو النهر الذى يضاف اليه ما وراء النهر، وأما النهران جيحان وسيحان ففى بلدة الشام۔ (العرف الشذى ص ۳ مقدمہ، حالات امام ترمذیؒ)

نیز دیکھئے مشکوۃ ۴۹۷ مع حاشیہ،وتكملة فتح الملهم مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ ۱۹۲/۶ وفیض القدیر ۱۱۸/۴ ح ۳۴۷۴ وغیرہ

اہل بیت کی قبور

یہاں ائیر پورٹ سے باہر نکلے تو ایجنٹ کی گاڑی موجود تھی، بڑی گاڑی تھی جس میں دس بارہ آدمی بیٹھ سکیں اور سامان بھی رکھ سکیں، ایک دلیل ہمارے ساتھ تھا، عالم تھا، عربی بول رہا تھا، بہت اچھا آدمی تھا، اس کا نام تھا اللہ یار، ہمارے ساتھیوں نے اس کا نام حبیب اللہ رکھ لیا تھا، کیونکہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے، وہ ہم کو لیکر ایک جگہ گیا، جس کا نام ہے سلطان سادات سید امیر، وہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بن علی کے خاندان والے یہاں آئے تھے اور یہاں شروع شروع میں آکر اس کو فتح کیا، انکی قبروں پر بڑے بڑے قبے بنے ہوئے ہیں اور ان پر چادریں چڑھی ہوئی ہیں، کرسیاں بھی ہیں، باہر بھی کئی قبریں ہیں، (بعضوں کا کہنا ہے کہ یہاں تقریباً ۱۷ اہل بیت مدفون ہیں۔ (رفقاء سفر) [۱]

---

[۱] ابن حزم اندلسیؒ (ابو محمد علی بن احمد ۳۸۴ھ۔ ۴۵۶ھ) عیسی بن محمد بطحان بن قاسم بن حسن ابن زید بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: كان له الحسن وجعفر: سكنا سجستان، وأحمد وحمزه: سكنا طبرستان، ويوسف: سكن جرجان، وصالح: سكن مرو، ومحمد: سكن بلخ، ويحى: سكن الشاش، والحسين: سكن الرى، وداؤد: سكن الديلم، وعلى: سكن مصر. (جمهر ة أنساب العرب ص ۴۰)
اور محمد بن علی بن عباس بن حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا: قائم، قام بخراسان، فقتل أيام المهدى۔ (ایضا ص ۴۳)
عبد اللہ الاشتر بن محمد (ذی النفس الذکیہ) بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا: قتل بكابُل۔ (ایضا ص ۴۵) (=)

ترمذ میں ویران مسجد اور مدرسہ

اس جگہ ایک بہت بڑی بلڈنگ ہے، کہتے ہیں کہ پہلے اس میں مدرسہ رہا ہوگا، مسجد رہی ہوگی، لیکن اب کچھ نہیں ہے، روسیوں کمیونسٹوں نے سب کو مال گودام بنا رکھا ہے، ابھی تک وہ ایسے ہی ہے، ہم لوگوں کو اندر جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

لوگ آتے ہیں اور دعا کرتے ہیں، وہاں تقریباً ہر جگہ ایسے ہی ہوتا ہے، نیز وہاں قبروں کے پاس مجاورین ہوتے ہیں، لوگوں کو تو قرآن پڑھنا نہیں آتا اسلئے خود ایصال ثواب نہیں کر سکتے، لوگ انہیں مجاورین سے قرآن پڑھواتے ہیں، وہ کچھ پڑھتے ہیں، لوگ ان کو کچھ ہدیہ دیتے ہیں۔

(=) انھوں نے حضرت حسن بن علیؓ کے خاندان کا بہت تفصیلی تذکرہ لکھا ہے، دیکھئے جمهرة أنساب العرب ص ۳۹ تا ۵۲ .

نیز شیخ سید یوسف عبداللہ (سعودی) نے ذکر کیا ہے کہ حسن بن عبدالرحمن الشجری بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علیؓ کے خاندان ماوراء النہر میں تھے، حسن بصری بن قاسم بن محمد بطحان بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علیؓ کی اولاد حسین اور محمد ہمدان اور بخاری میں تھے، اور عبدالرحمن بن محمد بطحان......الخ کی اولاد بخاری اور سندھ وغیرہ میں تھی۔ (الشجرة الزكية ۴۵۴ و ۴۵۵)

نیز لکھتے ہیں: ان محمد بن داؤد بن علی بن عیسی البطحانی بن القاسم بن زید بن الحسن بن علی کان رئیسا جلیلا، و ولده الحسن النقیب کان رئیسا عظیم القدر بنیسابور وآلت الیه نقابة النقباء بخراسان فی حدود ۳۵۰ تقریباً (أیضا ۲۰۲)

اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ ان حضرات کی تعیین اور تفصیل اب تک نہیں مل سکی۔

یہاں ابوعبداللہ محمد بن علی کی قبر بھی بتائی جاتی ہے، ولادت ۲۰۵ھ، وفات ۳۲۰ھ لکھا ہے۔

حکیم ترمذیؒ صاحب نوادر الاصول

اسکے قریب ہی ترمذ شہر کے اندر حکیم ترمذی مدفون ہیں، جو مصنف نوادر الاصول ہیں، رسالۃ الاوائل میں اس کی بھی حدیث آتی ہے، اسکی بھی اجازت ہوتی ہے، ان کی قبر کی زیارت ہوئی، ان کی قبر کے پاس فاتحہ اور دعا کے بعد نوادر الاصول کی ایک حدیث پڑھی گئی لدغ عقرب والی جو رسالۃ الاوائل میں موجود ہے (نمبر ۲۹)، یہ محدث بھی تھے، صوفی بھی تھے، اور طبیب بھی تھے، پھر اسی کے ساتھ تہ خانے میں ہال (خلوت گاہ) بھی ہے، جس میں وہ خلوت کیا کرتے تھے، اور اسی کے ساتھ تہ خانہ ہی میں اور کمرے بھی ہیں جہاں حکیم ترمذی کے متعلقین لوگ چلہ گزارتے اور عبادت کرتے، اور وہ بیماروں کا علاج بھی کرتے تھے، وہ سب کمرے اسی تہ خانے میں بنے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

حکیم ترمذی ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسن بن بشر الزاہد الحافظ المؤذن الصوفی، یہ حکیم ترمذی نوادر الاصول کے مصنف ہیں، جس کی بیشتر حدیثیں ضعیف اور غیر معتبر ہیں، جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی نے تحریر فرمایا۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۷۱ وبستان المحدثین اردو ص ۱۰۱ طبع میر محمد کرچی)

انکی وفات ۲۵۵ھ میں شہادت کے ساتھ ہوئی۔(از ھدیۃ الاحوذی ص ۱۷ عن کشف الظنون ۱۹۷۹/۲)

ان کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا: وعاش الی حدود العشرین وثلث مائة، اور زندگی ۹۰ سال کے قریب ملی۔ (لسان المیزان ۳۱۰/۵)

اور ذہبی نے لکھا کہ ۲۸۵ھ میں نیشاپور تشریف لے گئے تھے، وہاں کے علماء نے ان سے روایت کیا، ترمذ کے لوگوں نے ان کو ترمذ سے نکالدیا تھا ختم الولایۃ اور کتاب علل الشریعۃ کتابوں کی تصنیف کی وجہ سے، وہاں سے وہ بلخ چلے گئے، وہاں کے لوگوں نے ان کی عزت کی مذہب میں موافقت کی وجہ سے؛ ذہبی نے سن وفات نہیں لکھا، صرف اتنا لکھا کہ اسی (۸۰) سال کے قریب زندہ رہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱۶۱/۲ تذکرہ حکیم ترمذی، وبستان المحدثین اردو ص: ۱۰۲، نیز دیکھئے اعلام زرکلی ۲۷۲/۶، وطبقات للسبکی ۲۴۵/۲)

کتانی نے لکھا المتوفی مقتولا ببلخ قیل سنة ۲۹۵ھ۔ (الرسالة المستطرفة ص: ۴۹)

قال توفیق محمود تکله فی مقدمة نوادر الأصول: مات فی حدود ۲۸۵ھ، هذا القول أقرب الی الصواب۔(ص ۳۲)

وہاں ایک متحف بھی ہے جس میں پرانی پرانی چیزیں دکھلائی جاتی ہیں، اور بھی بہت سی جگہوں پر متحف ہیں۔

امام ترمذیؒ صاحب السنن

پھر وہاں سے شہر کے باہر ۲۰۔ ۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر امام ترمذیؒ کی قبر ہے، اسکی زیارت کیلئے گئے، جگہ کا نام ہے شیر آباد، دیکھئے یہ نام بھی ہندوستان کے شہروں کی طرح ہے، ملکوں کے نام بھی ایسے ہی ہیں، ہندوستان سے شروع ہوتا ہے: پاکستان، افغانستان، ازبکستان، ترکمانستان، یہ سب: ستان ستان ملے جلے ہیں۔

وفات کی جگہ کے بارے میں دو قول ملتے ہیں: ترمذ میں وفات ہوئی یا بوغ میں جو ترمذ سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ (دیکھئے ھدیۃ الاحوذی ص۱۶ و ۲۲)

وہاں بھی قبر کے پاس بڑی شاندار مسجد بنی ہوئی ہے، وضوخانہ بھی ہے، استنجا کی جگہ بھی ہے، استنجا، وضو سے فارغ ہو کر ظہر کی نماز پڑھی گئی، اس کے بعد امام ترمذیؒ کے قبر پر حاضری ہوئی، وہاں بھی پختہ اونچی قبر بنی ہوئی ہے، وہاں پر ہم نے اپنی سند اپنے سے لیکر امام ترمذی تک سنائی جو سبق میں سناتے ہیں، کتابیں نہیں لے گئے تھے، کاغذات لے گئے تھے، کیونکہ یہ ڈر تھا کہ کہیں چھین کر پھینک نہ دیں، کیونکہ پہلے زمانہ میں ایسا ہوا ہے، لیکن ہمارے ساتھ اللہ کا فضل ہوا، پورے سفر میں کہیں کوئی پوچھ پاچھ نہیں ہوئی، ایسا معلوم ہوا کہ اپنا ملک ہے، پہلا باب بھی پڑھا گیا، شمائل کی پہلی حدیث بھی پڑھی گئی، اور

ترمذی شریف میں ایک ثلاثی حدیث بھی ہے جو بہت خاص حدیث ہے وہ بھی پڑھی گئی اور دعا کی گئی، پھر ایک ریسٹورانٹ میں گئے وہاں کھانا کھایا گیا، پھر ایک مسجد میں عصر کی نماز پڑھی گئی، پھر وہاں سے گاڑی کے ذریعہ روڈ سے بخارا کی طرف سفر شروع کیا۔
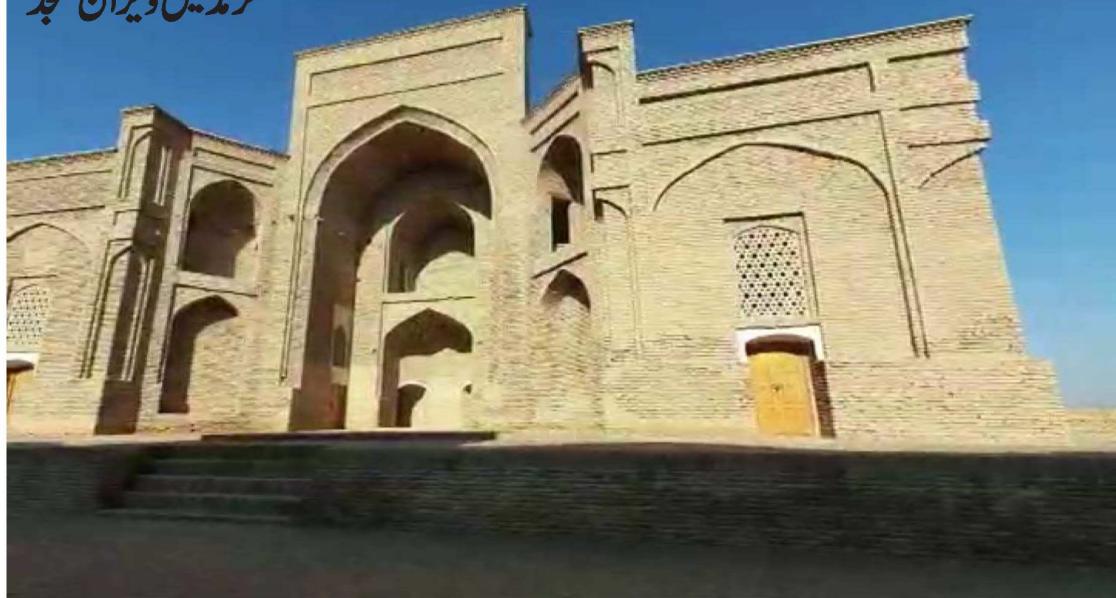
دریاء جیحون
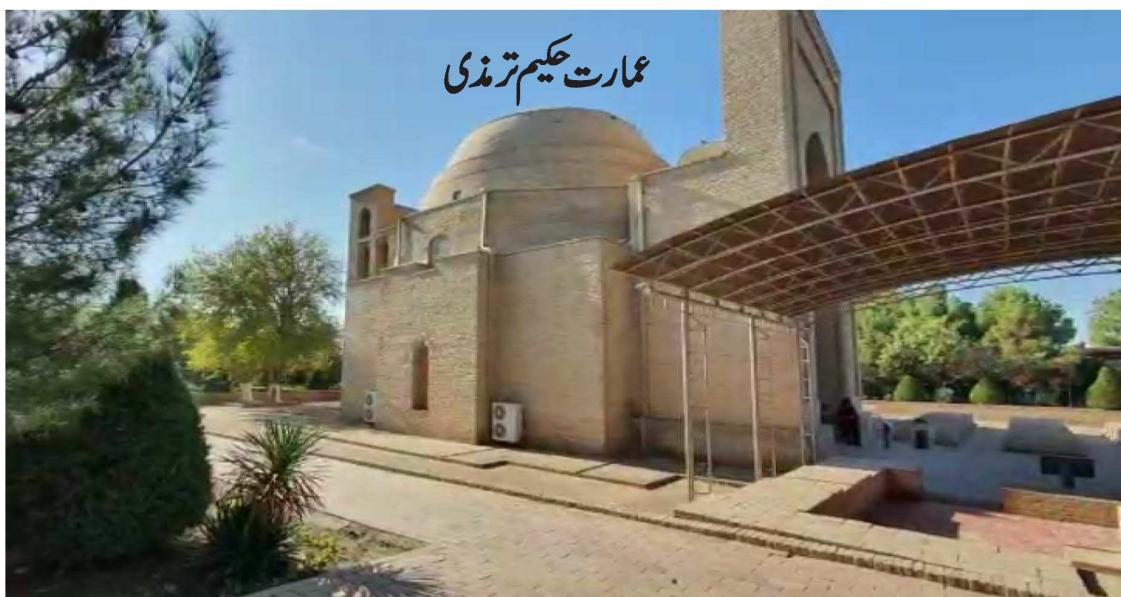
SULTAN SADAT
ARCHITECTURAL COMPLEX

The monument is located 3 km north-east of Termez. The complex is considered to be ancestral tomb of Termez sayyids, that is, offsprings of the House of the Prophet (ahl ul-bayt), who come from the imam Husayn who was born from the marriage of Caliph Ali and Fatima, daughter of the Prophet Muhammad. This kind of cult complex was being formed over several centuries. Start of construction specialists referred to 10 tn-11 th centuries. Group of monuments formed an elongated courtyard. In the complex there is included a mosque of avian type, which has a portal structure with an arched passageway near-gate structure (darvaza-khana), 16 mausoleums built in the 14 th, some in the 16 th and

ترمذ میں ویران مسجد

عمارت حکیم ترمذی

تہ خانہ
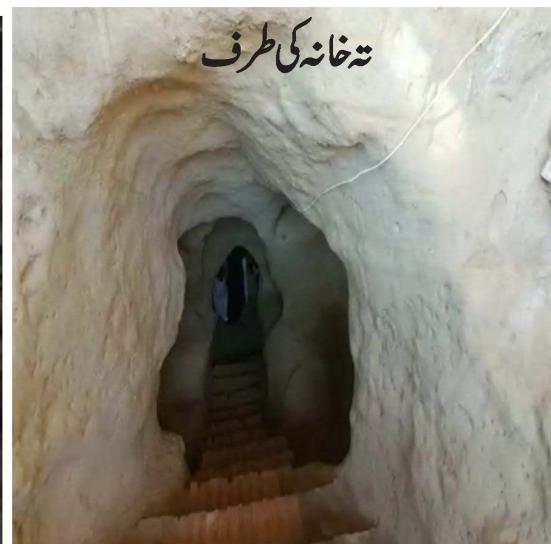
تہ خانہ کی طرف

شیرآباد - ترمذ

امام ترمذی کی قبر کے سامنے مسجد

قبر امام ترمذی

بخارا شریف اور اس کے کچھ حالات

دلیل ہر وقت ساتھ رہتا تھا، ترمذ سے بخارا شاید ۴ سو کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہوگا، لیکن راستہ اچھا نہیں تھا، اسلئے یہاں سے ساڑھے چار بجے نکل کر بخارا رات کو ساڑھے گیارہ بجے پہونچے، یعنی تقریباً ۷ گھنٹے لگے، راستہ میں ایک مسجد میں نماز مغرب پڑھی گئی، درمیان میں نسف آتا ہے (جہاں کے ہمارے نسفی علماء ہیں جیسے کنز الدقائق کے مصنف اور العقائد النسفیہ کے مصنف)، اسی کے قریب رک کر کچھ چائے پانی کیا گیا، وہاں سے فارغ ہو کر سفر کر کے بخارا پہنچے، (Oriant star) ہوٹل میں قیام و آرام کیا، ساڑھے سات بجے فجر کی نماز پڑھی گئی، وہاں پر اس وقت رات بڑی تھی اور دن چھوٹا، طلوع آفتاب ۴۵/۷ پر تھا، سردی کا زمانہ تھا، سردی بھی بہت تھی، بعض جگہوں پر مائنس (صفر سے نیچے) تھا۔

سمرقند اور بخارا میں کتنی مسجدیں ہیں؟ کوئی بتانے والا نہیں ملا، تاشقند میں سو سے زیادہ مسجدیں بتائی جاتی ہیں، اندازہ یہ ہے کہ سمرقند اور بخارا میں اس سے بھی زیادہ ہونگی، کیونکہ تاشقند سے زیادہ بخارا اور سمرقند میں علماء و صلحاء

ہوئے ہیں ا؎

ابوحفص کبیر اوران کا خاندان

۶؍ربیع الآخر، ۳؍دسمبر منگل

ناشتہ کے بعد تقریباً ۳۰؍ ۹ بجے بخارا میں ایک جگہ گئے جسکو بخارا کی سب سے عالی (اونچی) جگہ کہا جاتا ہے، وہاں مختلف قبور کی زیارت ہوئی، شاید اس زمانہ میں بڑے لوگوں کی قبریں اونچی جگہوں میں بناتے تھے، دس بجے کے قریب ہوٹل سے نکل کر سب سے پہلے ابوحفص کبیر (احمد ابن حفص) تلمیذ

ا؎ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: کمیونسٹوں کے قبضہ سے پہلے کوئی شہر اور قصبہ دینی درسگاہ سے خالی نہ تھا، صرف بخاری میں آٹھ سو مدارس تھے جن میں تقریباً ۴۰ ہزار طلبہ دینی تعلیم مفت حاصل کررہے تھے۔ (یہ تیرے پراسرار بندے ص ۳۰۰)

مفتی محمود بارڈولی نے لکھا ہے کہ ۳۰۰ مساجد ہیں۔ (دیکھی ہوئی دنیا ۱/۱۷۱)

ابوبکر محمد بن جعفر النرشخی م ۳۴۸ھ نے بخارا کی تاریخ لکھی ہے، اسی کے حوالہ سے علامہ حبیب الرحمن امیر الہند اعظمیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ابونصر قباوی لکھتا ہے کہ بخارا میں ایک بیت الطراز (اعلی پارچہ بافی کا کارخانہ) تھا اور وہ آج بھی ہے، وہ کارگاہ حصار اور شہر کے درمیان جامع مسجد کے قریب واقع تھی ....

ہر سال خلیفہ اسلام کے حکم سے ایک مستقل حاکم صرف اس کام کیلئے بخارا آتا تھا کہ بخاری کا جتنا خراج ہو اس کے عوض یہ کپڑا لیجائے، پھر یہ کارگاہ معطل ہوگئی ....

بخارا کے سوا خراسان کے کسی شہر میں یہ کپڑے نہیں ملتے تھے، تعجب تو یہ ہے کہ بخارا ہی کے ماہرین صنعت خراسان گئے اور وہاں ساز وسامان درست کرکے انھوں نے یہ کپڑے تیار کئے تو بھی اس آب وتاب کے نہ ہوئے۔ (دستکار اہل شرف ص ۱۵۳ ملخصا)

صاحبین ا؎ واستاذ امام بخاریؒ اوران کے بیٹے ابوحفص صغیر (محمد) اور پوتے عبداللہ بن محمد کی قبور کی زیارت ہوئی، ابوحفص کبیر امام شافعی کے ہم عمر تھے، امام شافعیؒ کی ولادت ۱۵۰ھ میں اور وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی، صرف ۵۴ سال کی عمر تھی، لیکن ابوحفص کبیر ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۷ھ میں دنیا سے گئے، ٦۷ سال کی عمر ملی، اور صغیر رمضان ۲٦۴ھ میں رخصت ہوئے۔
(دیکھئے ہدیۃ الدراری طبع جدید ص ۲۷ وفوائد بھیہ ص ۱۹)

سمعانی نے انساب میں لکھا ہے کہ ان کے بے شمار شاگرد تھے، صرف بخارا کے قریب ایک گاؤں خیر اخوی میں بے شمار شاگرد تھے۔ (مقدمۂ جواہر مضیہ ٦۰۵ بتحقیق عبدالفتاح محمد الحلو)

امام ذہبی نے لکھا کہ ابوحفص کبیر کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی، فقیہ، علامہ، ماوراء النہر کے شیخ تھے، سفر کیا، امام محمد بن حسن کے ساتھ ایک مدت تک رہے، اور رائے (فقہ) میں فائق ہو گئے، وکیع بن الجراح، ابواسامہ، ھُشیم بن بشیر، جریر بن عبدالحمید وغیرہ سے سنا، لیث بن نصر شاعر کہتے ہیں کہ ہم نے

ا؎ دونوں کے شاگرد تھے، امام محمد کے کبار تلامذہ میں سے تھے، ان پر بخارا میں علماء احناف کی سربراہی ختم تھی۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۸۵)

ابوحفص کبیر روزانہ دو دفعہ قرآن ختم کرتے تھے، ایک دفعہ فجر کے بعد دیکھا کہ طلبہ نہیں ہیں تو اشراق کے وقت چار کعات پڑھی، ان میں سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء اور مائدہ پڑھ ڈالی، سلام پھیر کر دیکھا کہ ابھی بھی لوگ نہیں آئے تو پھر کھڑے ہو گئے اور ۱۲ رکعات میں سورۂ رعد تک پڑھ لی۔
(تاریخ بخارا ص ۸۷ تالیف ابوبکر محمد بن جعفر نرشخی م ۳۴۸ھ طبع دار المعارف قاہرہ)

"ان علی رأس کل مائة سنة من یصلح أن یکون علَم الزمان" والی حدیث کا مذاکرہ کیا تو میں نے کہا کہ نمبر ایک پر ابو حفص احمد بن حفص ہیں، اپنے علم، فقہ اور ورع کی وجہ سے علَم الزمان ہونے کے لائق ہیں، نمبر دو پر محمد بن اسماعیل بخاری ہیں، حدیث اور اس کے طرق کے جاننے میں وہ علم الزمان ہونے کے لائق ہیں، نمبر ٣ پر احمد بن اسحاق سُرماری (استاذ امام بخاری) ہیں، لوگوں نے کہا صحیح ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ١٠/ ١٥٧)

محشی لکھتے ہیں کہ حدیث کا لفظ یہ ہے: ان اللہ یبعث لهذه الأمة علی رأس کل سنة من یجدد لها دینها، یہ صحیح حدیث ہے، ابو داؤد، حاکم، خطیب اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (ایضا)

امام بخاریؒ نے حنفیوں کے خلاف جو کچھ لکھا ہے وہاں بخارا میں اس کا کچھ اثر نظر نہیں آیا، وہاں سب حنفی نظر آئے، وہاں رفع یدین کرنے والے، جہرا آمین کہنے والے نہیں ملے، کیونکہ پہلے سے وہاں فقہ حنفی رائج تھی اور اسکے بعد بھی رہی۔

عبداللہ مسندی حارثی کلاباذی جامع مسانید امام ابی حنیفہؒ

وہیں قریب میں ابو محمد عبد اللہ بن محمد الحارثی المسندی البخاری گلاباذی السُبَذْمونی کی قبر بھی ہے جو الاستاذ سے معروف تھے اور مسانید ابو حنیفہ کے جامع ہیں جو اَب چھپ بھی گئی ہے، مدینہ منورہ سے مولانا لطف الرحمن بہرا ئچی

کی تحقیق سے اس طرح کی کتابیں چھپ رہی ہیں، اس کا نام ہے مسند امام أبی حنیفة للحارثی، ہمارے پاس بھی ہے، ہم نے اسکی قراءت بھی کی ہے، ان کی ولادت ربیع الاول ۲۵۸ھ میں اور وفات شوال ۳۴۰ھ میں ہوئی، ابوحفص صغیر کے شاگرد ہیں، امام ابوحنیفہؒ کی منقبت میں بھی انکی تصنیف ہے، اس کا نام ہے: کشف الآثار الشریفه فی مناقب أبی حنیفة، جب امام ابوحنیفہ کے مناقب لکھواتے تو چارسو مبلغین ہوتے تھے۔ (الجواهر المضیئة ۲۸۹/۱ والفوائد البهیة ص ۱۰۵)

کلاباذی میں کاف کو فتحہ ہے، بخارا میں بڑا محلہ ہے۔ (فوائد ۲۱۱ و انساب سمعانی ۱۷۹/۱۱)، اور جواہر ۳۴۳/۲ میں بضم الکاف ہے۔

سمعانی فرماتے ہیں کہ بخارا میں جو کلاباذ ہے وہ فتحہ کے ساتھ ہے اور نیسابور میں جو کلاباذ ہے وہ ضمہ کے ساتھ ہے۔ (انساب سمعانی ۱۸۲/۱۱)

گُلاباذ (ضمہ کے ساتھ) اصل میں فارسی لفظ گُل آباد تھا، عربی میں کلاباذ بن گیا۔ (حاشیہ انساب سمعانی)

سُبَذْمون: سین کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ، پھر باء کے فتحہ اور ذال کے سکون کے ساتھ، بخارا سے آدھے فرسخ پر ایک گاؤں ہے۔ (فوائد بھیہ ۱۰۵)

علامہ قاضی خاں اور مسجد حوض

تقریباً ۱۱/۳۰ کو قاضی خاں کی قبر کی زیارت ہوئی، یہ فتاوی قاضی

خاں کے مصنف قاضی فخر الدین حسن بن منصور بن محمود اُوز جندی فرغانی ہیں، شب دوشنبہ ۱۵ رمضان ۵۹۲ھ میں انتقال فرمایا، اُوز جند فرغانہ کے قریب اصبہان کے آس پاس ایک شہر کا نام ہے، سات قضات کے پاس مدفون ہیں۔
(الفوائد البهية ص ٦٥ ،الجواهر المضيئة ٢٠٥/١)

صاحب ہدایہ کے معاصر ہیں، صاحب ہدایہ کا انتقال ۵۹۳ھ میں ہوا۔

پھر ایک مسجد کے پاس گئے اس کو مسجد الحوض کہتے ہیں، وہاں مسجدوں میں اور زیارت کی جگہوں کے پاس حوض بنا ہوا ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں گرمی بہت ہوتی ہے تو حوض بنا کر اس میں پانی بھر کر رکھتے ہیں تا کہ ہوا چلے تو کچھ ٹھنڈک محسوس ہو، کیونکہ پہلے زمانہ میں پنکھے بھی نہیں رہے ہونگے نہ ائیر کنڈیشن، اسلئے یہ انتظام ہوتا تھا۔

وہاں بخارا میں ایک قلعہ بھی ہے، پہلے لوگ وہاں رہتے بھی تھے، لیکن اب کوئی نہیں رہتا، بالکل ویران ہے۔

امام بخاریؒ کی جائے پیدائش

اسی سے قریب امام بخاریؒ کا گھر اور جائے پیدائش بھی ہے، اس کو دیکھنے گئے، وہاں بھی قریب میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے، اس کا نام ہے مسجد زین الدین، لیکن امام بخاریؒ کی پیدائش کی جگہ کچھ نہیں ہے، بلکہ وہاں بہت

گہرا گڈھا ہے، سوال ہوا کہ کیوں ایسا ہے؟ تو وہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں کی مٹی سے یہ مسجد بنائی گئی ہے جو اس کے پڑوس میں ہے، ہم لوگ جو کتابوں میں لکھتے پڑھتے ہیں کہ جب ان کو دفن کیا گیا تو لوگ ان کی قبر سے مٹی اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے، خوشبو آتی تھی، لیکن قبر تو سمرقند کے باہر خرتنگ میں ہے، بخارا میں نہیں ہے، ہوسکتا ہے ان کی جائے پیدائش سے بھی لوگ برکت کیلئے مٹی لے گئے ہوں، ہم لوگوں نے وہاں کچھ پڑھ کر دعاء کی۔

میر عرب مدرسہ

بخارا میں دو بڑے مدرسے ہیں، ایک ہے میر عرب مدرسہ متوسطہ، پانچ سو سال پہلے کوئی امیر یمن سے آئے تھے، ان کا نام تھا عبد اللہ یمنی، ۱۵۳۰ء تا ۱۵۳۶ء میں انھوں نے یہ مدرسہ بنایا تھا، یہ ثانویہ ہے، درجہ وسطی تک کی تعلیم ہوتی ہے، ۱۵۰ سے زیادہ طلبہ ہیں، بہت سے دار الاقامہ میں بھی رہتے ہیں، ان کی قبر بھی وہیں ہے، اور شیخ عامر عبید اللہ خاں اور ان کے خاندان کی قبریں بھی وہیں ہیں۔

الحمد للہ امام بخاریؒ کے نام سے یہ مدرسہ ہے میر عرب، لیکن اس وقت تعلیم کا وقت تھا اسلئے اس وقت اندر جانے کی اجازت نہیں تھی، باہر سے بلڈنگ دیکھ لی، لیکن بلڈنگ کے باہر طلبہ کیلئے مطعم ہے، اور بہت اچھے وضو خانے اور استنجا خانے بنے ہوئے ہیں، وہاں استنجا، وضو سے فارغ ہوکر مدرسہ کی بلڈنگ

میں بھی ایک نماز کی جگہ ہے، وہاں ہم نے ظہر کی نماز پڑھی، اور طلبہ کو دیکھا، وہاں بھی عمامے کا رواج بہت ہے مگر وقتی ہوتا ہے، نماز کے وقت باندھ لیتے ہیں پھر اتار دیتے ہیں، ڈاڑھی بھی شاذ و نادر ہے، بلکہ نادر کا اسم تفضیل ہے جو ہمارے یہاں کے فارغین طلبہ کو معلوم ہوگا (اندر)، نیز پائجامے سب کے ٹخنے سے نیچے، نماز کے سلام کے بعد کسی ذمہ دار نے ہم کو دیکھ لیا کہ شرعی لباس اور ڈاڑھی والے ہیں تو انھوں نے دعا کیلئے کہا، ہم نے دعا کردی، وہاں دو تین دعائیں ہوتی ہیں، دعاؤں کا بہت اہتمام ہے، اس وقت ایک ساتھی بھی ہمارے ساتھ تھے، دوسرے ہمارے ساتھی بڑی مسجد میں چلے گئے تھے، مسجد سے واپسی کے وقت بہت احترام سے طلبہ دیکھ رہے تھے، ہم نے چلتے چلتے کچھ باتیں سنادیں عربی میں، معلوم نہیں سمجھے یا نہیں۔

مسجد کلاں (امام بخاری کی مسجد)

پھر امام بخاریؒ کی بڑی مسجد میں گئے جہاں امام بخاریؒ درس دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ۲۰۔۲۵ ہزار کی تعداد میں طلبہ شرکت کرتے تھے، اس مسجد کو مسجد کلاں کہتے ہیں، کلاں فارسی لفظ ہے، اس کا معنی ہے بڑی مسجد، بہت بڑی مسجد ہے، ایسی مسجد ہم نے طائف میں دیکھی، حضرت ابن عباسؓ کی مسجد، بہت لمبے چوڑے ستون ہیں، بہت بڑا صحن بھی ہے، یہاں پر بھی ہم لوگوں نے بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھی۔

مسجد ویران معلوم ہورہی تھی، صرف تھوڑی سی جگہ نماز کیلئے گھیری ہوئی ہے۔

امام بخاریؒ کے استاذ: عبداللہ المسندیؒ

پھر (تقریباً ۳۰/۲ بجے) ہم نے دو گاڑیاں کرایہ پر لیں جو ہندوستان کے آٹو رِکشہ کی طرح تھیں اور ایک طالب علم مل گیا جو مدرسہ کے آس پاس بزرگوں کی قبروں کو جانتا تھا، گاڑی سے گئے تو قریب ہی میں امام بخاریؒ کے استاذ عبداللہ بن محمد المُسنَدی کی قبر ہے، امام بخاریؒ کے اساتذہ کے طبقات میں سے پہلے ہی طبقہ میں ان کا نام بھی آتا ہے، وہ مسند حدیث بیان کرنے میں مشہور تھے اسلئے ان کو المسندی کہتے ہیں۔ (الرسالة المستطرفة ص ٦٣)

ان کی قبر کی بھی زیارت ہوئی۔

عبد الله بن محمد بن عبد الله بن جعفر الجُعفی أبو جعفر البخاری المعروف بالمسنَدی بفتح النون، ثقة حافظ جمع المسند من العاشرة مات سنة تسع و عشرین خ ت۔ (تقریب ص ۳۲۱ رقم: ۳۵۸۵)

سمی بذلك لأنه كان يطلب المسندات و يرغب عن المرسلات ....مات ببخاری فی ذی القعدة تسع وعشرين ومائتين، قلت:قال الحاكم:سمی المسندی لأنه أول من جمع مسند الصحابة بما وراء النهر،

وروی عنه البخاری ۴۴ حدیثاً۔ (تھذیب ١٠/٦)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں :أبو جعفر عبد الله بن محمد بن عبد الله بن جعفر بن یمان الجُعفی مولاھم البخاری،المعروف بالمُسنَدی لکثرۃ اعتنائه بالأحادیث المسندة.........،قلت:وقد أسلم جدُّ البخاری علی یدی یمان جدِّ المسنَدی۔ (سیر أعلام النبلاء ٩/ ٥٧٧رقم: ١٧٧٥وتذکرۃ الحفاظ ٨/ ٨٩رقم: ٥٠٧،ونحوہ فی تاریخ بغداد ١١/ ٢٥٧رقم ٥١٣٧)

نیز وہاں چشمۂ ایوب کے نام سے ایک کنواں بھی ہے،شاید ان کے نام سے ایسے ہی مشہور ہوگیا ہے،بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی قبر سے مٹی لاتے ہیں اور ان کے نام سے کوئی عمارت یا زیارتگاہ بنادیتے ہیں، شاید یہ بھی ایسے ہی ہے۔

شمس الائمہ الحلوائی کے حالات

اسکے بعد (٣ بجے) شمس الأئمہ الحَلوائی کی قبر پر پہونچے، جو ہماری فقہ کے بہت بڑے امام ہیں،انکی تاریخ وفات میں اختلاف ہے: ٤٤٨ھ، ٤٤٩ھ، ٤٥٢ھ، ٤٥٦ھ۔(دیکھئے فوائد بھیہ ص ٩٥،٩٦) ۔

مبسوط کے مصنف شمس الائمہ سرخسی (م ٤٩٠ھ) کے بھی استاذ ہیں، نیز اصول فقہ کے بہت بڑے عالم فخر الاسلام بزدوی (م ٤٨٢ھ) کے بھی استاذ ہیں جن کی کتاب اصول بزدوی مشہور ہے اور اس کی شرح کشف الاستار

بھی، کچھ لوگ حَلوانی کہتے ہیں اور کچھ لوگ حُلوانی بھی کہتے ہیں (نون کے ساتھ)، لیکن زیادہ صحیح حَلوائی (بفتح الحاء وبالیاء) ہے، اور اسکی وجہ فوائد بھیہ میں یہ لکھی ہے کہ انکے والد میٹھائی بیچا کرتے تھے اور علماء کو میٹھائی کھلاتے تھے، اور ان سے اپنے بچے کیلئے دعاء کروایا کرتے تھے، دیکھئے علماء کو حلوہ کھلا کھلا کے دعاء کروائی تو اللہ پاک نے کتنا بڑا عالم بنایا۔

ہم لوگ تشہد میں انگلی اٹھاتے ہیں، لفظِ لا الٰہ پر اٹھانا اور الا اللہ پر گرانا، یہ انہی شمس الائمہ حلوائی کی تخریج ہے، ورنہ مرفوع حدیث جو وائل بن حجرؓ سے نسائی شریف میں آئی ہے اس میں صرف اتنا ہی ہے: کان یشیر بالسبابة، یہ تفصیل حدیث مرفوع میں نہیں ہے، ملا علی قاریؒ نے اس کو لکھا ہے تزیین العبارة بتحسین الاشارة ص ٦٢ میں، پھر علامہ ابن عابدین شامیؒ نے رفع التردد عن عقد الأصابع عند التشهد میں (دیکھئے رسائل ابن عابدین ١/ ١٢٤)، یہ بات ابھی ہمیں یاد آگئی کہ انہی حلوائی کی تحقیق ہے تو ہم نے بیان کر دیا، ایک بورڈ پر ان کے کچھ حالات ان کی ازبکی زبان میں لکھے ہوئے تھے تو ہم نے اپنے رہبر سے پوچھا کہ کیا لکھا ہوا، حلوانی یا حلوائی، تو اس نے بتایا کہ ماشاء اللہ وہاں بھی حلوائی لکھا ہوا ہے جیسا کہ فوائد بھیہ ص ٩٥ میں ہے۔

عبد العزيز بن أحمد بن نصرالحلوانی البخاری، تفقه على الحسين أبی علی النسفی عن أبی بكر محمد بن الفضل عن عبد الله السبذمونی عن أبی حفص الصغير عن أبيه عن محمد، و روى شرح

معانی الآثار عن أبی بکر محمد بن عمر بن حمدان عن أبی ابراهیم محمد بن سعید الیزدی عن الطحاوی، و تفقه علیه شمسُ الأئمة بکر الزرنجری و أبوه محمد علی و شمس الأئمة محمد السرخسی و من تصانیفه المبسوط۔ (فوائد ص ۹۵)، وأخذ عنه فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی وأخوه صدر الاسلام أبوالیسرمحمد ابن محمد............

وفی تعلیم المتعلم لبرهان الاسلام الزرنوجی : کان أحمد بن نصر والد الشیخ الأجل شمس الأئمة الحلوانی فقیرا یبیع الحلواء وکان یعطی الفقهاء من الحلواء ویقول: أدعوا لابنی، فببرکة جوده واعتقاده وشفقته وتضرعه للّٰه نال ابنه ما نال۔انتهی۔ (فوائد ۹۶) (تعلیم المتعلم: فصل فی بدایة السبق وقدره وترتیبه ص ۵۲)

هذا صریح فی أن نسبة الحلوانی الی الحلواء، وعلم مما مر أنه سواء کان بالنون أو بالهمز مفتوح الحاء نسبة الی بیع الحلواء ...... (فوائد ۹۶ حاشیه)

آخر میں کش چلے گئے تھے، وہیں انتقال ہوا لیکن بخارا لاکر دفن کیا گیا۔ (فوائد ۹۵)

نقشبندی سلسلہ کے مشائخ : شیخ بھاء الدین نقشبندی

یہاں سے فارغ ہوکر نقشبندی سلسلہ کے مشائخ کی قبور کی زیارت ہوئی:

شیخ بہاء الدین نقشبندی کی قبر جو شہر کے باہر ہے اس کی بھی زیارت ہوئی، بہت مشہور ہے اور بہت لوگ زیارت کیلئے آتے ہیں، اور ان کو نقشبندی سلسلہ کا بانی کہتے ہیں، ان کی قبر نظر نہیں آتی کیونکہ وہ دیوار کے پیچھے ہے، باہر انکے حالات لکھے ہوئے ہیں، ان کی ولادت ۷۱۸ھ میں اور وفات ۷۹۱ھ میں ہوئی، یہاں قریب میں تین مسجدیں ہیں، انہی میں سے ایک مسجد میں عصر کی نماز پڑھی گئی۔

محدث کبیر حضرت علامہ حبیب الرحمن الاعظمیؒ امیر الھند تحریر فرماتے ہیں:

نام محمد بن محمد، تاریخ ولادت محرم ۷۱۸ھ، بخارا سے ایک کوس کے فاصلہ پر قصر عارفان ایک مقام ہے اسی کو آپ کے مولد ہونے کا شرف حاصل ہے، آپ نے حضرت سید امیر کلال کی خدمت میں مقامات سلوک طے کئے اور خلافت پائی، حضرت خواجہ علاء الدین عطار، حضرت خواجہ محمد پارسا، اور مولانا یعقوب چرخی وغیرہم آپ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، آپ کے مقامات، مناقب اور حالات میں صدہا کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں، از اں جملہ خواجہ محمد

پارسا کے تلمیذ رشید خواجہ ابوالقاسم بن محمود بن مسعود بخاری کا ایک رسالہ ہے جس کا نام الرسالۃ البھائیۃ ہے، میں نے اس رسالہ کو دیکھا ہے۔ (دست کار اہل شرف (تذکرہ نساجین) ص ۵۵)

نقشبند کی وجہ تسمیہ کے بارے میں خود حضرت خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ میں اور میرے والد کمخاب [۱] بنتے اور نقشبندی کا کام کرتے تھے۔ (ایضا ص ۵۵ از سفینۃ الاولیاء: دارا شکوہ)

حضرت علامہ اعظمیؒ اخیر میں لکھتے ہیں: تہتر سال کی عمر میں دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں راہگزار عالم بقا ہوئے، رسالہ بہائیہ کا قلمی نسخہ کتب خانہ شاہ پیر محمد (احمد آباد) میں موجود ہے ہم نے اس نسخہ کا ورق ۸۰ دیکھا ہے، دارا شکوہ نے اسکے حوالہ سے جو نقل کیا ہے اس کو حرف بحرف صحیح پایا ہے۔ (ایضا ص ۵۶)

نیز فرمایا: آپنے دو حج کئے، دوسرے حج میں مریدین کی جماعت ساتھ تھی، انکی تربیت بھی کرتے اور بزرگوں کی زیارت بھی کرتے۔ (دیکھئے اعیان الحجاج ص ۳۴۳ طبع کراچی)

محمد نقشبند آپ خواجہ بہاء الدین کے والد بزرگوار ہیں، باپ بیٹے دونوں بزرگواروں کا نام محمد ہے۔ (ایضا ص ۱۱۷)

---

[۱] کمخاب: ایک سنہرا زریں کپڑا۔ (فرہنگ فارسی)
کمخواب: ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو زری کے تاروں کی آمیزش سے بُنا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات)

سلسلۂ مشائخ:

شیخ بهاء الدین نقشبندی من أمیر کلال من خواجه محمد بابا السماسی من خواجه عزیزان (علی رمیتانی) من خواجه محمود انجیر فغنوی من خواجه عارف دیوکری من خواجه عبد الخالق الغُجدُوانی من خواجه یوسف الهمذانی من أبی القاسم الكُرکانی من أبی علی الفارمدی من أبی الحسن الخرَقانی من أبی یزید (با یزید) البِسطامی ا ؎ من الامام جعفر الصادق من القاسم بن محمد بن أبی بکر الصدیق من سلمان الفارسی من أبی بکر الصدیق رضی الله عنه۔ (أعلام الأخیار للکفوی ج ۳ ص ۵۲۶ تا ۵۳۳ تذکرة الشیخ بهاء الدین النقشبندی)

شیخ بهاء الدین کے تفصیلی حالات اور کرامات کو شیخ یوسف بن اسماعیل نبھانیؒ (۱۲۶۵ھ۔ ۱۳۰۵ھ) نے اپنی کتاب "جامع کرامات الأولیاء" میں ۱/۲۴۰ تا ۲۵۲ ذکر کیا ہے۔

ا ؎ بسطام: خراسان ایران میں ایک شہر ہے۔ المنجد

شیخ بہاء الدین کے شیخ سید امیر کلال

شیخ بہاء الدین کی قبر کی طرف جاتے ہوئے انکے استاذ و شیخ سید امیر کلال کی قبر کی بھی زیارت ہوئی، ان کے شیخ خواجہ محمد بابا سماسی ہیں، وفات ۷۵۶ھ میں ہوئی، ان کے شیخ علی ریتانی ہیں، ان دونوں کا ذکر آرہا ہے [1]

سید کلال بن السید حمزۃ کی وفات جمعرات ۸ / جمادی الاولی ۷۷۲ھ میں ہوئی، جائے ولادت و وفات مقام سوخار ہے۔ (سفینۃ الاولیاء ص ۱۱۰ وجامع الکرامات للنبھانی ۱/۶۰۱)

وہاں بھی ہندوستان کی طرح رواج ہے کہ قبر پر لوگ ہدیہ لاتے ہیں اور پکا کر بھی لاتے ہیں، یہاں بھی مجاور تھا، اس نے ہمارے ساتھیوں کو دیدیا، وہ لوگ ہوٹل (قیامگاہ) لے کر آئے، ہم نے کہا بھائی! دیکھنا، نیاز، فاتحہ کا کھانا ہوگا، کھانا صحیح ہے کہ نہیں؟ تو ہمارے رہبر نے کہا نہیں، یہ صدقہ نہیں ہے، یہ عام ہدیہ ہے، کھا سکتے ہیں، ہمارے ساتھی اس کو ہوٹل لے کر آئے، شاید کھایا ہوگا، کیونکہ ہمارے ساتھ ماشاء اللہ کھانے والے لوگ بھی تھے، مولانا سلیمان بھامجی بھی تھے، ان کو دیکھ کر ہم ایک شعر پڑھتے ہیں ؎

انکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پہ رونق وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

---

[1] نقشبندی اور دیگر تمام سلسلوں کی تفاصیل مکاتیب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ مرتبہ سید نفیس الحسینی کے آخر میں ملے گی، ص ۷۶۷ تا ۷۷۳، نیز حیات حبیب از مولانا ذوالفقار مدظلہ کے آخر میں بھی نقشبندی سلسلہ مذکور ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ تک ص ۷۶۸۔

میرعرب مدرسہ کے استاذ شیخ ابراہیم جان

ایک نوجوان استاذ نے ہماری رہبری کی، ان کے ذریعہ ایک بڑے شیخ ملے، شیخ ابراہیم جان، یہ ڈاڑھی والے تھے، وہ اصل میں فرغانہ کے ہیں، ہر ہفتہ ٹرین سے آتے ہیں اور مدرسہ میں پڑھاتے ہیں، ان سے تعارف ہوا (جب ان کو بتایا گیا کہ ہمارا نصاب بھی تقریباً یہی ہے اور یہ کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ بخاری شریف کئی سالوں سے پڑھاتے ہیں اور ترمذی شریف اور ہدایہ بھی کئی سال پڑھائی ہے۔ (خدام)

تو شیخ نے گزارش کی کہ کل آکے یہاں آپ ہدایہ پڑھائیں، ہم نے قبول کرلیا، ہم ہدایہ تو کئی سالوں سے پڑھاتے نہیں، اسلئے ڈر لگ رہا تھا، مگر قبول کرلیا اور ہاں کہدیا، پھر دیکھا جائیگا، کیونکہ اس بہانہ سے ملاقات تو ہوجائیگی، ہمیں تو تصور بھی نہیں تھا کہ وہاں کسی مسجد یا مدرسہ میں ہم کو دین کی بات کرنے کا چانس اور موقع ملے گا۔

وہاں اتنے مسلمان ہیں کہ حکومت نے تین مسجدیں بنائی ہیں، کیونکہ ایک مسجد سے کام پورا نہیں ہوتا، وہیں ایک مسجد میں عصر کی نماز پڑھی گئی، تینوں طبقے کے علماء وہاں بہت ہوئے ہیں، فقہاء بھی، محدثین بھی، اور صوفیاء بھی، انکا دور مسلمانوں سے بھرا ہوا رہا ہوگا۔

میرِ عرب مدرسہ میں طلبہ و اساتذہ سے خطاب

۷ ربیع الآخر ۴ دسمبر بدھ

بدھ کو ناشتہ کر کے صبح دس بجے مدرسہ میر عرب عالیہ میں جانا ہوا، وہاں مذکور شیخ ابراہیم جان سے ملاقات ہوئی، انھوں نے وہاں کے مدیر سے ملاقات کرائی، مدیر تو ڈاڑھی والا نہیں تھا، اس مدیر نے یہ کیا کہ ہدایہ کا سبق تو نہیں ہوا بلکہ تقریباً سو طلبہ وعلماء کو ایک کمرہ میں جمع کیا اور وہ خود تو چلا گیا، کرسی لگی ہوئی تھی، طلبہ تھے اور کچھ اساتذہ تھے، شیخ جان بھی تھے، ہمارے ساتھی بھی تھے، وقت کی تعیین نہیں ہوئی تھی، عربی میں ۴۰ - ۴۵ منٹ کا بیان ہوا، عربی سمجھ رہے تھے، اور بہت توجہ سے سن رہے تھے، کچھ علمی باتیں کہی گئیں، ابن درید کے اشعار بھی سنائے گئے، کچھ فارسی اشعار بھی سنائے گئے، نماز کی اہمیت اور نماز میں صفات قبولیت پیدا کرنے کی محنت کے بارے میں بھی بات ہوئی اور قومہ وجلسہ میں تعدیل کی اہمیت پر بھی بات ہوئی، علم کی اہمیت اور اس پر عمل کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی، الحمد للہ اللہ تعالی کا بڑا کرم ہوا کہ اللہ تعالی نے وہاں ایک بڑے دینی ادارہ میں اپنا پیغام پہنچانے کا انتظام فرمادیا، ورنہ ہمیں امید نہیں تھی کہ وہاں بیان کا کوئی موقع ملے گا، لیکن نیت کر کے گئے تھے اللہ تعالی نے عملاً بھی اس کو وجود دے دیا، ہمیں بہت تعجب ہوا، کیونکہ پہلے کی کارگزاریاں جو سامنے آئی تھیں وہ بالکل اس سے مختلف تھیں، لیکن آئندہ امید ہے کہ ان شاء اللہ راستہ کھلے گا، حکومت کے رئیس کا نام شوکت ہے، اسکا ذہن

دینی معلوم ہوتا ہے۔

غالباً یہی ایک مدرسہ ہے جس میں پوری تعلیم ہوتی ہے، ہمارے نصاب کی بہت سی کتابیں بخاری، ترمذی، ہدایہ، شرح الوقایہ، دروس البلاغت وغیرہ داخل درس ہیں۔

(کمیونسٹوں نے بہت سے قرآن اور دینی کتابیں اور مسلمانوں کی قبور کو برباد کیا تھا، میر عرب مدرسہ میں ہمیں وہ جگہ بتائی گئی جہاں کمیونسٹوں نے بہت سی کتابیں وغیرہ جلائی تھیں، آگ اور دھوؤں کے اثرات اب تک وہاں موجود تھے۔ (بیان مفتی محمد روات)

شیخ علی ریتانی

بعدہ (تقریبا ٣٠/١٢ بجے) شیخ علی ریتانی کی قبر کی زیارت ہوئی جو بہت پرانے نقشبندی شیخ ہیں، جن کا نام پہلے گزر چکا ہے۔

علامہ حبیب الرحمن اعظمیؒ تحریر فرماتے ہیں: نام خواجہ علی ریتانی، حضرت عزیزان لقب، رامتین ولایت بخارا کا بہت بڑا قصبہ ہے، اسی سرزمین کو آپ کا مولد ہونے کا شرف حاصل ہے، یہیں نشو ونما پائی اور تحصیل علم میں مشغول ہو کر درجۂ کمال کو پہونچے، مواہب سرمدیہ میں ہے: واشتغل بتحصیل العلوم الشرعیة حتی تضلّع منها۔

خواجہ محمود انجر فغنوی کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، جب خواجہ محمود کی

وفات کا وقت آیا تو اپنی جانشینی کیلئے حضرت عزیزان ہی کو منتخب فرمایا اور اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے سپرد فرمایا، رشحات میں ہے کہ آپکے مقامات بہت بلند اور آپ سے بکثرت کرامات کا صدور ہوا ہے، خواجہ بہاء الدین حضرت سید امیر کلال کے اور وہ حضرت بابا محمد سماسی کے اور وہ حضرت عزیزان کے خلیفہ تھے، دنیا میں جتنے نقشبندی سلسلہ کے بزرگ ہوئے ہیں اور آج بھی جو حضرات اس سلسلہ میں داخل ہیں وہ سب اس فقیر بافندہ کی غلامی کو اپنا سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں، حضرت عزیزان نے ایک سوتیس برس (۱۳۰) کی عمر پائی، دوشنبہ ۱۸/ذی قعدہ ۷۱۵ھ یا ۷۲۱ھ میں آپ نے رحلت فرمائی اور خوارزم میں مدفون ہوئے۔

حضرت علامہ حبیب الرحمن الاعظمی نور اللہ مرقدہ نے بہت دلچسپ اور تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ دیکھئے دست کار اہل شرف ص ۸۰ تا ۸۳، نیز دیکھئے أعلام الأخيار للكفوی ج ۳ ص ۲۵۴ تا ۲۵۹ وسفینۃ الاولیاء ص ۱۱۰ وجامع كرامات الأولياء للنبهانی ۲/ ۳۵۳ ۔

خواجہ محمد بابا السماسی

پھر وہاں سے دو چار کلو میٹر کے فاصلہ پر شیخ خواجہ محمد بابا السماسی کی قبر ہے اس کی زیارت ہوئی، ۷۵۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(آپ حضرت عزیزان (علی رمیتانی) کے مرید وخلیفہ ہیں اور خواجہ بہاء

الدین نقشبند کو فرزندی میں قبول فرمایا، آپ اپنے مریدوں میں فرماتے تھے کہ یہ ایسا شخص ہے کہ جس کی بو ہم کو آتی تھی، وہ وقت قریب ہے کہ یہ زمانہ کا پیشوا اور امام ہوگا، پھر آپ نے مرید اور خلیفہ سید میر کلال کی طرف منہ کیا اور فرمایا کہ میرے لڑکے بہاء الدین کے معاملہ میں شفقت و عنایت میں تم کسی طرح کی کوتاہی نہ کرنا، اگر تم نے اس معاملہ میں ذرا بھی کوتاہی کی تو میں معاف نہیں کروں گا، میر کلال کھڑے ہو گئے دونوں ہاتھ سینہ پر رکھے اور عرض کیا کہ اگر میں کوتاہی کروں تو مرد نہیں، آپ کی ولادت رمتین کے قصبہ سماسی میں ہوئی، مزار بھی اسی قصبہ میں ہے۔ (سفینۃ الأولیاء ص ۱۱۰)
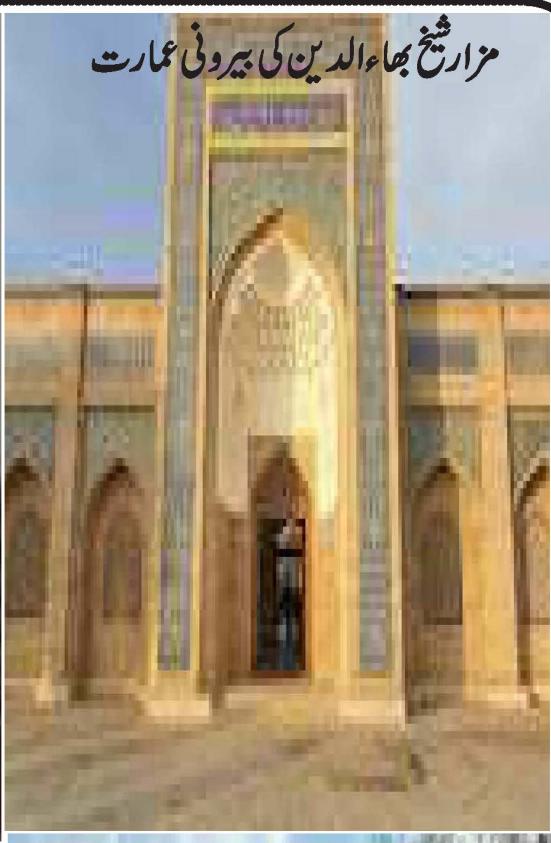
مزار شیخ بہاء الدین کی بیرونی عمارت
قبر شیخ امیر کلال
قبر شیخ سماسی
مدرسہ شیخ بہاء الدین
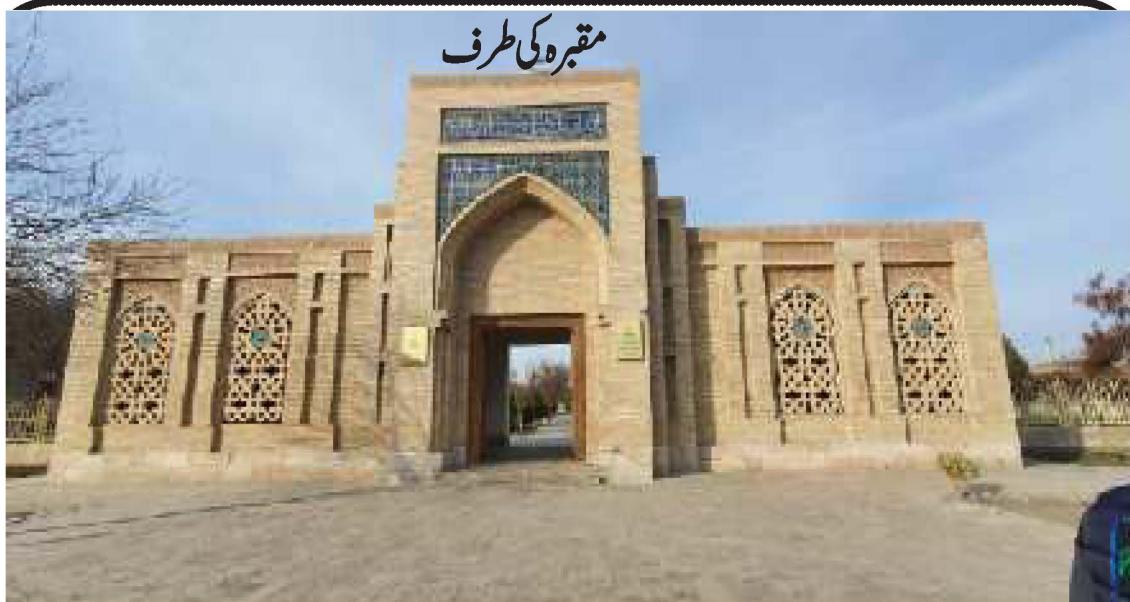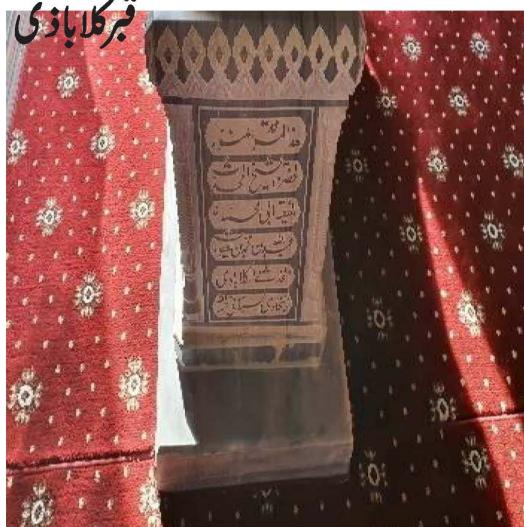
مقبرہ کی طرف
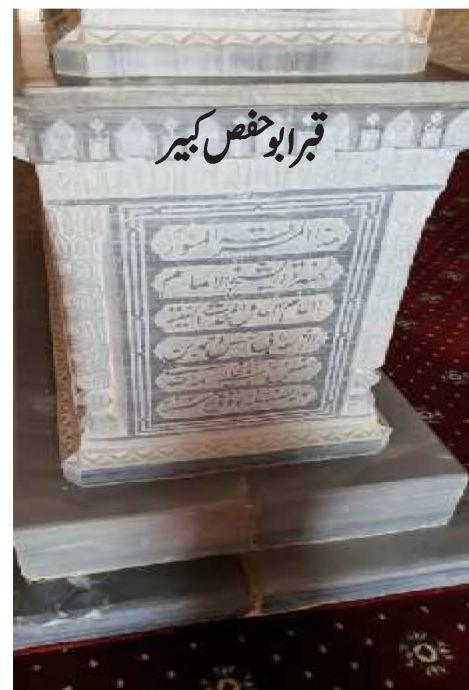
کبیر کے پوتے
ابوحفص صغیر
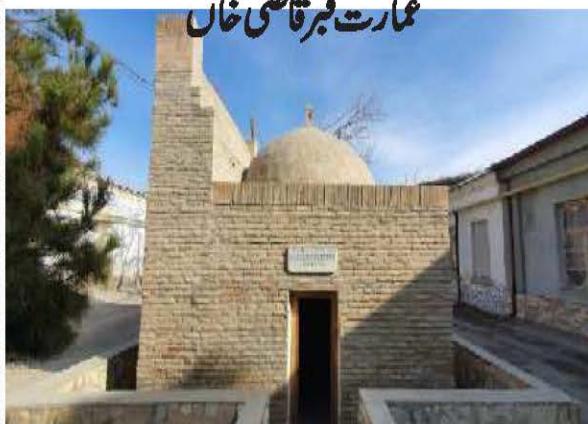
قبر ابوحفص کبیر

قبر کلاباذی
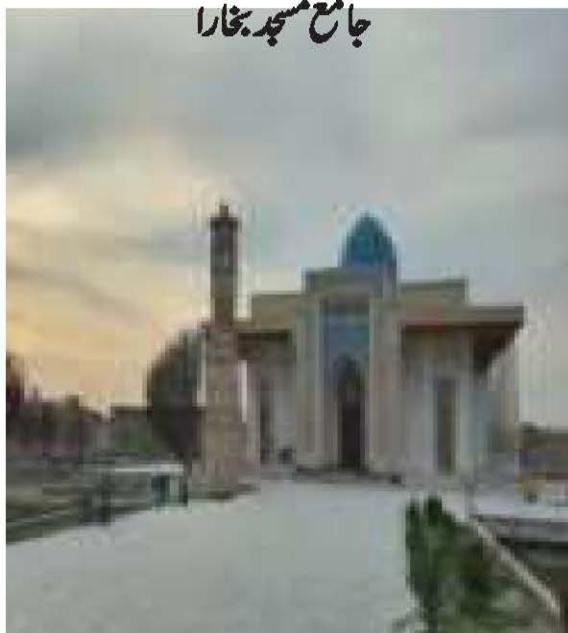
قبر المسندی

قبر قاضی خان

عمارت قبر قاضی خاں

مزار شمس الائمہ حلوائی

جامع مسجد بخارا
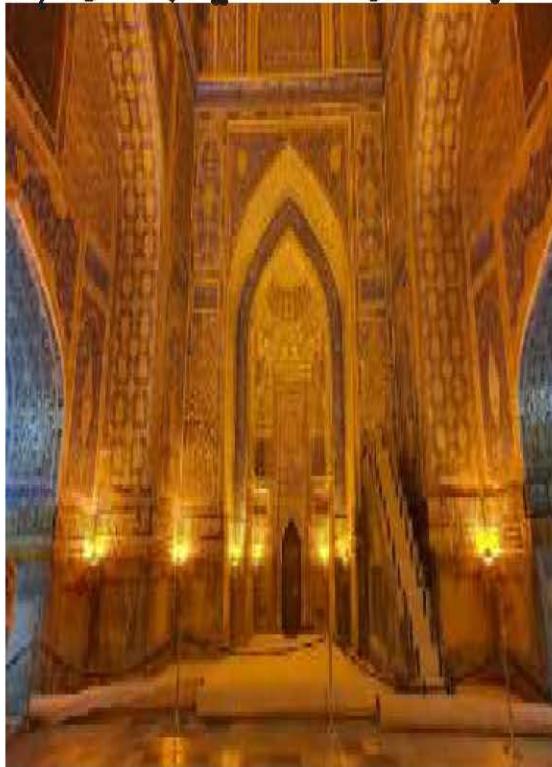
مولد امام بخاریؒ

مسجد کلان - مسجد امام بخاریؒ

مسجد امام بخاریؒ

مسجد کا اندرونی حصہ، نماز کیلئے جگہ متعین ہے

مدرسہ میر عرب

مدرسہ میر عرب

قبر امیر عبداللہ الیمنی
مزار شیخ بہاءالدین

سمرقند کا سفر

۱ر بجے کے بعد ہوٹل واپس آئے اور ضروریات سے فارغ ہوکر اور ظہر کی نماز پڑھ کر تقریباً تین بجے سمرقند کا سفر کرنے کیلئے اسٹیشن روانہ ہوئے، اسٹیشن ہی پر ۳۰ر۳ کو عصر کی نماز ادا کی گئی اور قریب چار بجے ریل گاڑی سمرقند کے لئے روانہ ہوئی، اور گاڑی اچھی تھی تیز رفتار اور آرام دہ، اس کو بولٹ ٹرین کہتے ہیں، تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ سفر کر کے ۲۰ر۵ کو سمرقند پہنچ گئے، وہاں کمپنی کا آدمی ڈرائیور موجود تھا، وہ ہم کو ایک مسجد میں لے گیا، تاخیر ہوگئی تھی، مغرب کی نماز ہوچکی تھی، ہم نے اپنی جماعت کر کے مغرب پڑھی، تھوڑی دیر بعد عشاء کا وقت داخل ہوا، وقت داخل ہوتے ہی اذان ہوگئی، اور اذان کے بعد فوراً (بلا توقف) نماز عشاء شروع ہوگئی، اور نماز کے بعد دو دعائیں ہوئیں، وہاں عامۃً یہی رواج ہے، پھر سورۂ ملک کی تلاوت شروع ہوگئی۔

تبلیغی جماعتیں وسط ایشیا میں

نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر جب باہر نکلے تو دو پاکستانی بھائی ملے، ہم بہت خوش ہوئے، انھوں نے بتایا کہ ہم جماعت میں آئے ہیں، اور تین ملکوں میں ہم ایک ایک مہینہ کام کریں گے، ہوٹلوں میں ٹھہریں گے، مسجدوں میں نماز

پڑھیں گے اور مسلمانوں سے انفرادی ملاقاتیں کریں گے، اور بتایا کہ اس طرح کی چار جماعتیں نکلی ہیں جو اِن ممالک میں کام کرینگی، الحمدللہ اس طرح ان ممالک میں کام شروع ہو رہا ہے۔

ریگستان کمپلکس (عمارتوں کا مجموعہ)

عشاء کی نماز پڑھ کے ایک تاریخی جگہ دیکھنے کیلئے گئے جس کا نام ہے ریگستان کمپلکس، عجیب نام ہے، ریگستان تو فارسی لفظ ہے، خالی میدان کو کہتے ہیں جہاں ریت ہو، یہاں تو بڑی بڑی بلڈنگیں ہیں، اس کو ریگستان کمپلکس کہتے ہیں، بہت بڑی عمارت ہے بلکہ تین عمارتوں کا مجموعہ ہے، اسی میں مسجد، مدرسہ اور اسکول بھی تھے، اس میں تین مدرسے تھے: اولوغ بیگ مدرسہ، شیر در مدرسہ، ٹالیا کوری مدرسہ [۱]۔ لیکن کمیونسٹوں نے سب کو ختم کر دیا، اب صرف وہ زیارتگاہ بنی ہوئی ہے، اور چند کمرے جس میں کبھی طلبہ رہتے تھے وہ دکانیں بن گئیں، اسی میں ایک مسجد تھی جس میں اصلی سونے کا نقش و نگار تھا، سونے کا پانی نہیں، اصلی سونا، اور یہ بھی بتایا گیا کہ روسی اس میں سے بہت سارا سونا نکال کر لے

---

[۱] مولانا ذوالفقار مدظلہ فرماتے ہیں کہ مرزا الغ بیگ کے ایک صدی بعد سمرقند کے حاکم بالانگ دوش بہادر نے اسکے بالمقابل ایک اور مدرسہ بنایا اور اس کے دروازے میں شیر کی تصویر ہے جو ہرنوں کا پیچھا کر رہے ہیں اس وجہ سے اس کا نام شیر در مدرسہ پڑ گیا، اور ۱۷ ویں صدی میں تیسرا مدرسہ بنایا گیا جسکے درمیان ایک مسجد ہے، اس مسجد کے محراب میں ۲۰۰ کلو سونے سے طلہ کاری کی گئی، اس وجہ سے اس مدرسہ کا نام طلہ کاری مدرسہ ہو گیا۔ (دیکھئے لاہور سے تا خاک بخاری و سمرقند ص ۹۳)

گئے، لیکن اب بھی چمک دمک موجود ہے، رات دیر ہوگئی تھی اس وقت بند ہوجاتی ہے مگر راہبر نے مدیر سے کہہ رکھا تھا اسلئے کھلی ہوئی تھی، یہ سمرقند کے پہلی زیارت تھی، پھر ہوٹل جاکر رات کو آرام کیا۔

امام بخاری کمپلکس اور امام بخاریؒ کا مزار

۸؍ربیع الآخر ۵؍دسمبر جمعرات: سمرقند

نماز و ناشتہ کے بعد ۹؍بجے ہوٹل سے نکل کر سمرقند شہر سے باہر خرتنگ میں ایک جگہ گئے جس کو خواجہ آباد کہتے ہیں، جہاں امام بخاریؒ کی قبر ہے، وہاں امام بخاری کمپلکس کے نام سے ایک میوزیم ہے جس میں بہت ساری کتابیں اور مصحف شریف اور دوسری چیزیں ہیں وہ دیکھے گئے، پھر امام بخاریؒ کی قبر شریف کے پاس گئے، اصل قبر تو تہ خانے میں ہے، لیکن اوپر بھی شبیہ بنی ہوئی ہے، لوگ وہیں آتے ہیں اور مجاورین ان کیلئے کچھ پڑھتے ہیں اور لوگ ان کو ہدیہ دیکر چلے جاتے ہیں، مگر راہبر نے مدیر سے بات کی کہ یہ لوگ دور سے آئے ہیں ان کو اندر جانے کی اجازت دیجائے، تو اس نے کہا: ابھی نہیں، جب بھیڑ کم ہوجائے تب کھولیں گے، جب بھیڑ کم ہوئی تو اس نے دروازہ کھولا، سیڑھی بنی ہوئی ہے، اس سے اتر کر اندر گئے، قبر پختہ بنی ہوئی ہے، اس کے اوپر چادر چڑھی ہوئی ہے، وہاں حاضری کے وقت کیفیت عجیب تھی، ہمارے سب ساتھی بھی وہاں موجود تھے، ہم نے ہماری سند ہم سے لے کر امام بخاریؒ

تک پڑھ کر سنائی پھر صحیح بخاری شریف کی پہلی اور آخری حدیث پڑھی گئی، بعض ساتھیوں (حضرت شیخ صاحب مدظلہ) کا قرآن بھی ختم ہو رہا تھا، انھوں نے قرآن ختم کیا، اسکے بعد دعا کی گئی جو یقینا قبول ہوئی ہوگی، کیونکہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ امام بخاریؒ کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے، مجاور جلدی جلدی کر رہا تھا تو جلدی ہی باہر نکل گئے، لیکن دل مطمئن نہیں ہوا تھا، اسلئے باہر نکل کر سب طلبہ نے حدیثیں پڑھیں، قبر کے بغل میں ایک مسجد بھی ہے جس میں ہم نے نماز بھی پڑھی اور ختم بخاری کا ترانہ بھی پڑھا گیا۔

امام بخاریؒ کے مزار کے سامنے

امام بخاریؒ تک پوری سند خود ہی حضرت شیخ صاحب مدظلہ نے تلاوت فرمائی:

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله رب العٰلمين، والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وآله وأصحابه أجمعين، هذا سندى لرواية الصحيح للامام البخارى رحمه الله تعالى، أنا قرأت صحيح البخارى على الشيخ الكبير المحدث الجليل العلامة حبيب الرحمن الأعظمى رحمه الله تعالى وكذلك على الشيخ عبد اللطيف النعمانى رحمه الله تعالى كلاهما قرآ على الشيخ كريم بخش السنبهلى رحمه الله تعالى۔۔۔(پوری سند امام بخاریؒ

تک حضرت شیخ صاحب نے پڑھی)، اس کے بعد باب اور ترجمہ الباب اور حدثنا الحمیدی تک پڑھا۔

اس کے بعد دوسری سند اس طرح پڑھی:

وعندی سند رسالة الأوائل، أنا أروی هذه الرسالة عن الشیخ حبیب الرحمن الأعظمی رحمه الله تعالی وهو عن الشیخ أبی الأنوار عبد الغفار المؤی رحمه الله تعالی۔۔۔ (یہ سند بھی پوری رسالۃ الاوائل تک پڑھی گئی)۔

وسنده مذکور فی رسالته الی المؤلفین رحمهم الله، پھر حدثنا الحمیدی (پوری سند اور حدیث پڑھی گئی)، جب امام بخاریؒ کا نام آیا تو سب کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، الفاظ بھی بمشکل ادا ہو سکے، اس کیفیت کو الفاظ میں نقل کرنا ممکن نہیں، اس کو دیکھنے، سننے والے خوش نصیب ہیں۔

اسکے بعد و قال البخاری رحمه الله تعالی فی آخر کتابه کہہ کر آخری حدیث بھی پڑھی گئی، پھر قرآن ختم کر کے پرسوز دعاء کی گئی جو ذیل میں مذکور ہے (جو الفاظ سمجھ میں آئے ان کو نقل کیا گیا ہے):

بسم الله الرحمن الرحیم، الحمد لله ربّ العلمین والصلوة والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین وآله وأصحابه أجمعین، ربنا ظلمنا أنفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین، ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا، ربنا انك رؤف رحیم، ربنا علیك توکلنا والیك أنبنا

واليك المصير، اللّٰهم بدل سيئاتِنا حسنات وتكفّل لارضاء خصومنا يوم القيامة، اللّٰهم ارزقنا شفاعةَ النبی ﷺ وأدخِلنا بها الجنة بغير حساب، اللّٰهم لا تدَع لنا ذنباً الا غفرته ولا هماً الا فرّجته ولا ضُراً الا كشَفتَه ولا حاجة من حوائج الدنيا والآخرة الا قضيتها و يسّرتها برحمتك يا أرحم الراحمين۔

یا اللہ! یہاں کی حاضری کوقبول فرما، ہماری نجات کا ذریعہ بنا، ہم سب کی مغفرت کا ذریعہ بنا، یا اللہ ہمارے اساتذہ اور والدین کو ہماری طرف سے جزاء خیر نصیب فرما، سند میں جتنے رجال ہیں جن کے ذریعہ احادیث ہم تک پہنچیں اور تمام محدثین جن کے ذریعہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہم تک پہنچیں ان سب کو ہماری طرف سے جزاء خیر نصیب فرما، امام بخاریؒ کتاب لکھ کر جنت میں پہنچ چکے، یا اللہ امام بخاریؒ کو پوری امت کی طرف سے جزاء خیر نصیب فرما، یا اللہ اعلیٰ درجہ نصیب فرما، یا اللہ ہم سب کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما، یا اللہ یہ آپ کے نیک بندے جن کے بارے میں ہمارا گمان ہے کہ جنت میں خیمے لگا چکے، اس نیک گمان کی برکت سے ہمیں بھی انہی کے ساتھ حشر نصیب فرما، ہماری اولاد اور نسلوں کو اور احباب ومحبین کو ہم سب کو ان کے ساتھ جمع فرما، جنت کا داخلہ نصیب فرما، ان کے علوم وفیوض کو پورے عالم میں عام فرما، ہر ایک مرد وعورت کو ان کی کتاب سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرما، اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرما، اس کی نشر واشاعت کی توفیق عطا فرما، ان کے علوم کو ہمارے دلوں میں راسخ فرما، پوری دنیا میں چل پھر کر اس کو عام کرنے کی توفیق

عطا فرما، یہاں کی عورتوں اور مردوں کو قبول فرما، یا اللہ یہاں آنے کی برکت سے ہماری مغفرت فرما، یا اللہ امت میں جو بیمار ہیں انکو شفاء کاملہ عاجلہ مستمرہ نصیب فرما۔۔۔سبحانَ ربِّك ربِّ العزّةِ عمّا يَصِفُون وسلٰم على المرسلين و الحمدُ لله ربِّ العٰلمين۔

مرکز امام بخاریؒ (جدید تعمیر)، پرونامہ

پھر وہاں سے ۱۱/۴۵ بجے ایک جگہ گئے جس کا نام ہے: مرکز امام بخاریؒ، امام بخاریؒ کے مزار سے قریب ہی ہے، پیدل تقریباً دو تین منٹ کے فاصلہ پر، خاص امام بخاریؒ پر خدمات کیلئے حکومت کی طرف سے وہ جگہ بنی ہے، وہاں کے ذمہ داروں نے (مدیر وغیرہ نے) ہمارا استقبال کیا، اس کی دیوارں پر امام بخاریؒ کی تصویر بنی ہوئی ہے، اس میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ امام بخاریؒ کیسے اپنے بھائی اور ماں کے ساتھ اونٹ پر سواری کر کے سفر کر رہے ہیں، ہم نے مدیر سے پوچھا جو عربی بول رہا تھا کہ اونٹ پر سواری کا تذکرہ تو ہم نے کتابوں میں نہیں پڑھا، یہ کہاں سے آیا تو اس کو کوئی جواب نہیں آیا، یہ بھی دکھلایا ہے کہ امام بخاریؒ بغداد پہنچے اور سو حدیثوں کے ذریعہ ان کا امتحان لیا گیا، امام بخاریؒ سے سوالات ہو رہے ہیں، کوئی ایسے منہ کئے ہوئے ہے، کوئی ویسے منہ کئے ہوئے ہے، اشارہ کر رہے ہیں، مگر امام بخاریؒ ماشاء اللہ پاس ہو گئے، اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جو سندیں لوگوں نے بدل کر پیش کی تھیں

وہ بھی امام بخاریؒ کو یاد ہوگئی تھیں، عجیب کمال ہے۔ (دیکھئے ہدیۃ الدراری (جدید) ص ۴۱)، یہ سب اس نقشے میں دکھایا گیا ہے۔

ایک کمرہ میں مخطوطات بھی ہیں، صحیح بخاری کے مخطوطات بھی ہیں، ان کو دیکھا گیا۔

بیریل پر بخاری شریف نابینا لوگوں کیلئے

یہاں پٹا میرس برگ جنوبی افریقہ میں نابینا لوگوں کا مدرسہ ہے، وہاں بخاری شریف بیریل پر تیار کی گئی ہے نابینا لوگوں کیلئے، وہاں کے مہتمم مولانا حسن مرچی مدظلہ نے ایک نسخہ ہم کو دیا تھا وہاں میوزیم میں رکھنے کیلئے، ہمارے ساتھیوں نے وہاں کے مدیر کو ہدیۃً پیش کیا، وہ بہت خوش ہوئے، وہ اس کو متحف میوزیم میں رکھیں گے، وہ وہاں محفوظ رہے گا، شاید یہ دنیا کا پہلا واقعہ ہے کہ بخاری شریف بیریل میں لکھی گئی نابینا لوگوں کے پڑھنے کیلئے، ساؤتھ افریقہ کو اس کا شرف حاصل ہے۔

ایک نئے ادارہ مدرسۃ الحدیث کا قیام

اور وہاں حکومت کی طرف سے ایک بڑی عمارت بنائی گئی ہے، اس کا نام ہے مدرسۃ الحدیث، پورے ملک سے ۱۲ مخصوص طلبہ لئے گئے ہیں، جو سب حفاظ قرآن ہیں اور احادیث بھی زبانی یاد کریں گے، اب انہی کو آگے

بڑھایا جائیگا، تاشقند میں جمعہ سے قبل کے بیان میں مفتی مملکت مفتی عثمان خاں مدظلہ نے اسکی وضاحت فرمائی تھی۔

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں عوام میں گھس کر محنت کرنی چاہئے، ورنہ دشمن پہلے انہی لوگوں کو پکڑتے ہیں اور ان کا ذہن خراب کرتے ہیں، اور آخر میں ان کو ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں، اسلئے دعوت کا کام، تعلیم کا کام مکتب سے لے کر تخصص تک اور تزکیہ کا کام یہ سب کرنا ضروری ہے۔

ہم نے ان قبور کے پاس دعا کی کہ اللہ تعالی ان بزرگوں کو ہماری اور پوری امت کی طرف سے جزاء خیر دے اور ان کی کتابوں کو اچھی طرح پڑھ کر اس کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر ہم سب کو زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔

امام دارمیؒ اور ان کے وفات کی جگہ

۱۱ بجے امام دارمی کی قبر پر گئے، یہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے استاذ ہیں، صحیح بخاری میں تو ان سے روایت نہیں ہے مگر الادب المفرد اور مسلم وغیرہ میں ہے، ان کی وفات امام بخاریؒ سے ایک سال پہلے ہوئی تھی ۲۵۵ھ میں، انکی وفات پر امام بخاریؒ نے ایک شعر کہا تھا جو ہدیۃ الدراری میں گزرا ہے (ص ۵۰)

اِن عشتَ تُفجع بالأحبة كلِّهم　　　وبقاء نفسك لا أبالك أفجع

أبومحمد عبدالله بن عبدالرحمن... التميمي السمرقندى

الدارمی، نسبة الی دارم بن مالك بطن کبیر من تمیم، المتوفی بمرو سنة خمس وخمسین ومائتین، وله أسانید عالیة وثلاثیات، وثلاثیاته أکثر من ثلاثیات البخاری . (الرسالة المستطرفة ص۳۲)

کتانی نے جائے وفات مرو لکھا ہے اور مسند دارمی کے مقدمہ وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے، ہوسکتا ہے کہ مرو میں وفات ہوئی ہو، پھر سمرقند میں لاکر دفن کیا گیا ہو، تفصیل کتابوں میں نہیں ملتی، فلیحقق

ولادت ۱۸۱ھ میں ہوئی جو حضرت عبداللہ بن مبارک کا سال وفات ہے۔ (زرکلی ۹۵/۴)

قثم بن عباسؓ (شاہ زندہ) اور سعید بن عثمان

قثم بن عباسؓ: ۱/۴۵ ظہر کی نماز ایک مسجد میں پڑھی گئی جس کا نام ہے شاہ زندہ مسجد، اور شاہ زندہ سے مراد قثم بن عباسؓ ہیں، یہ صحابی ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر نو دس سال کی رہی ہوگی، سیدنا حسنؓ سے تھوڑے بڑے تھے، تاریخ میں ملا کہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ کے بیٹے حضرت سعید بن عثمان کی امارت میں ایک لشکر بھیجا گیا تھا سمرقند اور بخاری کی طرف، اس میں حضرت قثم بن عباس بھی تھے، اور سمرقند کے قریب ترکوں سے ملاقات ہوئی اور ان سے مقابلہ ہوا، جو لوگ اس جگہ شہید کئے گئے ان میں یہ قثم بن عباسؓ بھی تھے۔

اور ازبکستان کے لوگ اصلاً ترک ہیں، ترک ایک قوم کا نام ہے جو صرف ترکی میں نہیں ہیں (یعنی صرف ترکیوں کو ترک نہیں کہتے)، بلکہ دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، یہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت عباسؓ کے کئی بیٹے تھے، ان میں سے ایک قثم بن عباس بھی ہیں، یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے چھوٹے بھائی ہیں، ان دونوں کی والدہ ایک ہیں: ام الفضل، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت کم عمر تھے، اسلئے صحابی ہیں لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ثابت نہیں، یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر ان کو سوار بھی کیا تھا۔ (الاصابہ ۵/۳۲۰)

اس کم عمری کے باوجود آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو غسل دینے میں اور قبر شریف کے اندر اتارنے میں آپ دوسرے صحابہ کے ساتھ شریک رہے۔

سنن ابن ماجہ میں ایک لمبی حدیث ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ بھی ہے:
ونزل في حفرته علي بن أبي طالب والفضل بن العباس وقثم أخوه وشقران مولى رسول الله ﷺ...الحديث۔ (باب ذكر وفاته ودفنه ﷺ ص ۱۱۷، وكذا في دلائل النبوة للبيهقي ۷/۲۵۳۔

ونزل في حفرته علي بن أبي طالب والفضل وقثم ابنا عباس وشقران مولى رسول الله ﷺ۔ (البدايه والنهايه ۵/۳۸۲: صفة دفنه ﷺ، وانظر أيضا طبقات ابن سعد ۲/۲۲۲: ذكر

الصلوة على رسول الله ﷺ، وتاریخ الاسلام للذهبی ۱/ ۸۳۱ مع تحقیق الدکتورعواد)، وسیرة ابن هشام ۴/ ۵۱۷ والروض الانف ۴/ ۲۶۳)۔

وقد اختلف الناس فیمن أدخله قبره وأصح ما روی أنه نزل فی قبره عمه العباس وعلی وقثم بن العباس والفضل بن العباس، وکان آخرالناس عهداً برسول اللهﷺقثم بن العباس۔ (شرح زرقانی علی المواهب ۱۲/ ۱۶۷)

واللهِ أحدثُ الناس عهداً برسول الله ﷺ قثمُ بنُ العباس کان أصغرَ مَن کان فی القبر وکان أخرَ من صعد۔(ابن سعد ۲/ ۲۳۲: ذکر قول المغیرة بن شعبة: إنه آخر الناس عهداً برسول اللهﷺ. ودلائل النبوة للبیهقی۷/ ۲۵۷، ابن هشام ۴/ ۴۱۸، و الروض الانف ۴/ ۲۶۴.

فأسنده علیٌ الی صدره وعلیه قمیصه، وکان العباس وفضل وقثم یقلّبونه مع علی، وکان أسامة بن زید وصالح مولاه یصبّان الماء ... الخ۔ (البدایه والنهایه ۵/ ۲۷۱ صفة غسله ﷺ، ابن هشام ۴/ ۵۱۶، الروض ۴/ ۲۶۳، زرقانی ۱۲/ ۱۵۸)

نیز دیکھئے سیرت مصطفی ﷺ: مولانا ادریس کاندھلوی ۲/ ۳۴۶ و ۳۴۹ (عنوان: تجہیز وتکفین وغسل، تدفین)، واصح السیر ۵۴۱ و ۵۴۳، وغیرہ

ان کی قبر پر ان کی تاریخ وفات ۵۷ھ لکھی ہوئی تھی، لیکن حافظ ابن

حجر کی تقریب وغیرہ میں ہے کہ ۵۷ھ میں وفات ہوئی۔ (دیکھئے تقریب التھذیب ص ۴۵۴ اور البدایہ والنہایہ ۷۸/۸ سنہ ۵۶ھ)

حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ منورہ میں ان کے نائب بھی بنے تھے۔ (البدایہ ۷۸/۸)

انکی وفات یا شہادت کی جگہ کے بارے میں بھی اختلاف ہے مرو میں یا سمرقند میں، دوسرا قول صحیح ہے۔ (اعلام النبلاء ذہبی ۴۴۳/۳ از حاکم نیساپوری)

ان کی وفات کی خبر ملنے پر ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا تھا: شتان مابین مولده ومقبره، پھر نماز پڑھنے لگے، کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا: کیا اللہ تعالی کا فرمان نہیں سنا: واستعینوا بالصبر والصلوۃ؟ (فتوح البلدان ۳۹۸ و اسد الغابہ ۹۳/۴)، ان کی نسل نہیں چلی، ولم یعقب قثم۔ (اسد الغابہ ۹۳/۴ و طبقات ابن سعد ۴/۴)

ان کی قبر بہت اونچائی پر ہے، شاید تین منزل کی اونچائی پر ہوگی، ہمارے ساتھی ہم کو ویل چیر پر کھینچ رہے تھے، وہ یہاں ہم کو اٹھا کر لیجانا چاہتے تھے مگر میں خود ہی آہستہ آہستہ چڑھ گیا، ڈر رہا تھا کہ ساتھی اٹھائیں گے تو کہیں چھوٹ کر گر نہ جائیں، اور الحمد للہ چڑھنے میں کامیاب ہوگیا، قریب میں مسجد بھی ہے، اور دوسری کئی قبریں بھی ہیں، وہاں بھی ایصال ثواب کیا گیا اور دعاء کی گئی، دیکھئے یہاں اسلام کتنے قدیم زمانہ سے پہنچا ہوا ہے۔

سعید بن عثمان: حضرت عثمان غنیؓ کے فرزند تھے، انکی والدہ کا نام فاطمہ بنت ولید بن عبد شمس تھا۔ (ابن سعد ۳/ ۹۳و ۵/ ۱۵۳)

حضرت امیر معاویہؓ نے ۵۶ھ میں عبید اللہ بن زیاد کو معزول کر کے اِن کو خراسان کا والی بنایا تھا، ان کے حکم سے وہ مدینہ منورہ سے اس علاقہ میں تشریف لائے اور ترکوں سے مقابلہ کر کے سمرقند وغیرہ کے علاقہ کو فتح کیا، اسی میں انکی آنکھ زخمی ہوگئی تھی، ۵۷ھ یا ۵۹ھ میں معزول ہوئے اور بہت سارے مال غنیمت کے ساتھ حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ واپس ہوئے اور وہیں پر ان کفار نے انکو قتل کر دیا جن کو وہ سمرقند سے پکڑ لائے تھے، سن وفات ۶۲ھ ۶۸۲ء ہے۔ (الاعلام زِرِکلی ۳/ ۹۸ و تاریخ بخاری ص ۱۶۹ ابو بکر محمد نرشخی وتھذیب ابن عساکر ۶/ ۱۵۷)

سمرقند یا خراسان میں وفات کی تصریح کسی کتاب میں ہمیں نہیں ملی۔

سعید بن عثمان کے حالات پر ایک نظر

حضرت سعید بن عثمان کے صحابی ہونے کی تصریح کہیں نہیں ملی، نہ حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں انکا تذکرہ کیا ہے نہ ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں۔

نیز ان کا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں ہونے کی تصریح بھی نہیں ملی، بلکہ اس کے خلاف طبقات ابن سعد وغیرہ میں تصریح ہے کہ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت ولید تھا کمامر۔

نیز حضرت رقیہؓ کے بارے میں متعدد علماء نے لکھا ہے کہ انکے صرف ایک ہی لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام تھا عبداللہ، جو چھ سال کی عمر میں کسی مرغ کے چونچ مارنے کی وجہ سے بیمار ہو کر رحلت فرما گئے، اور کوئی اولاد انکے یہاں نہیں ہوئی، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: فتزوجها عثمان فأسقطت منه سقطا ثم ولدت له بعد ذلك ولدا فسماه عبد الله، وبه يكنى، ونقره ديك فمات فلم تلد له بعد ذلك۔ (اصابہ ۱۳۸/۸ ومثله فى أسد الغابة ۱۱۴/۷ او طبقات ابن سعد ۲۹/۸)

اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا ولد تھیں۔
(اصابہ ۴۶۰/۸ واسد ۱۱۴/۷ و ۱۱۸ او طبقات ۲۹/۸)

اسلئے ان کا نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا دعوی صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔

نیز ظاہر یہی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے دوسری شادیاں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کی وفات کے بعد کی ہونگی، اور حضرت ام کلثومؓ کی وفات شعبان ۹ھ میں بتائی جاتی ہے، اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سعید بن عثمان کی ولادت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہوئی ہوگی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا نہیں ہے، صحابیت ثابت نہیں۔

امام ماتریدی اور تربة المحمّدِیّین

۵/۳/۲ کو امام ابو منصور ماتریدی کی قبر کی زیارت ہوئی جو علم کلام کے بہت بڑے امام تھے، ۳۳۳ھ میں ان کا انتقال ہوا، امام ماتریدی، امام طحاویؒ اور امام نسائی سب ہم عصر تھے، سمرقند میں ایک بڑا مقبرہ ہے، جس میں ایک حصہ تربة المحمدیین کے نام سے ہے، جس میں صرف ان فضلاء اور محدثین کو دفن کیا گیا ہے جن کا نام محمد بن محمد ہو، اور جو بڑے عالم فاضل ہوئے ہوں، اور جنھوں نے تصنیف وتالیف وغیرہ کے ذریعہ دین کی خدمات انجام دی ہوں۔
(الجواهر المضیئة۱/۴ وذیل الجواهر للقاری ۲/۵۵۴)

لیکن کمیونسٹوں نے پورا قبرستان ختم کردیا، اب وہاں گھر بنے ہوئے ہیں، لیکن ان گھروں میں بعض گول گول پتھر ملے جس کے اوپر مردوں کے نام اور تاریخ وفات لکھی ہوئی تھی، ان ہی پتھروں سے یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ ابو منصور ماتریدی کی قبر یہاں رہی ہوگی، اسلئے وہاں قریب ہی زمانہ میں بڑی قبر بنادی گئی ہے، اندازہ سے متعین کی گئی ہے، بالکل صحیح نہیں ہے، اور وہ سب پتھر بھی جمع کردئے گئے ہیں، ان پتھروں پر لکھا ہوا ملا کہ اس مقبرہ میں چار سو علماء و فضلاء کی قبریں تھی، صاحب ہدایہ کا نام محمد نہیں تھا، ان کا نام تو علی تھا، اسلئے ان کو اس میں جگہ نہیں ملی بلکہ اسکے قریب عام قبرستان میں دفن کئے گئے، ابو منصور ماتریدی کی قبر سے تھوڑی دور پر صاحب ہدایہ کی قبر بتائی جاتی ہے، امام ماتریدی کا نام محمد بن محمد بن محمود تھا، اسلئے ان کو جگہ مل گئی تھی، قبر کے پاس ایک شیخ تھے جو

عربی بولتے تھے انھوں نے یہ سب باتیں بتائیں۔ [۱]

علم کلام میں دو مکتب فکر ہیں: اشعری اور ماتریدی، شوافع زیادہ تر اشعری ہوتے ہیں اور حنفیہ عام طور سے ماتریدی، علماء دیو بند دونوں کے جامع تھے، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تحریر میں ملا ہے کہ وہ اشعری ہیں حالانکہ علماء دیو بند کا سلسلہ وہیں سے شروع ہوا ہے، دراصل علماء دیو بند دونوں کو جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے فقہ و حدیث اور تصوف تینوں کو جمع کرتے ہیں۔
(دیکھئے قاری محمد طیب صاحبؒ کا مقالہ: علماء دیو بند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج)

---

[۱] ذکر فی البقیة من أصحابنا ممن طاف البلاد بماکردین أن بماکردین من بلاد سمرقند تربة یقال لها تربة المحمدیین، دفن فیها أکثر من أربع مائة نفس، کل واحد منهم یقال له محمد، صنّف وأفتی وأخذ عنه الجم الغفیر، وزاد فی غیره أن کل واحد منهم یسمی بمحمد بن محمد، جمعهم أهل سمرقند بهذه التربة.
ولما مات الامام الجلیل صاحب الهدایة حملوه الی تلك التربة وأرادوا دفنه بها فمنعوه من ذالك ودفن بالقرب منها. (الجواهر المضیئة ۱/۴، ذیل الجواهر للقاری ۲/۵۵۴) وفی ذیل الجواهر للقاری ۲/۵۵۴ جاکردیز بدل ماکردین.

فقیہ ابو اللیث کی قبر

۱۵ / ۳ کو فقیہ ابو اللیث سمرقندی کی قبر کی زیارت ہوئی جو تنبیہ الغافلین اور بستان العارفین کے مصنف ہیں، پورا نام نصر بن محمد بن احمد ابو اللیث سمرقندی ہے، امام الھدی سے معروف تھے، وفات شاید صحیح قول کے مطابق منگل ۱۱/ جمادی الاخری سنہ ۳۷۳ھ میں ہوئی۔ (دیکھئے الجواھر المضیة ۲/۲۹۶ والفوائد البھیة ۲۲۰)

ان کی قبر کے پاس بھیڑ نہیں تھی، وہاں بھی قریب میں ایک مسجد ہے، وہیں نمازِ عصر پڑھی گئی۔

ایک اور بزرگ گزرے ہیں، شاہ جلال الدین فضل اللہ ان کی قبر بھی وہیں ہے، اسکی بھی زیارت ہوئی، ان کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

تیمور لنگ بادشاہ

۴ بجے: ایک بادشاہ گزرا ہے امیر تیمور لنگ، اسکی اور اس کے خاندان کی قبریں بھی وہیں ہیں، اس نے اپنے زمانہ میں دنیا کا بہت سارا حصہ فتح کر لیا تھا، اس کا نام ہے: تیمور بن ترغای بن ایغای، ماں کی طرف سے چنگیز خاں کے خاندان سے تعلق ہے، ماوراء النہر کی ایک بستی خواجہ ایلغار میں پیدا ہوا جو کِش شہر کے اطراف میں ہے، امی تھا، لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا لیکن اپنی چالاکی سے بہت سے علاقے فتح کئے، سنہ ۷۷۳ھ میں بادشاہ ہوا، بہت ظالم،

مکار تھا، لیکن فقراء اور علماء سے محبت بھی کرتا تھا، مولانا عبد الحئیؒ لکھنویؒ نے تفصیل لکھی ہے، اور لکھا ہے کہ اس نے ایک رات کسی کی بکری چوری کر لی تھی تو چرواہے نے اس کو دو تیر مارے، ایک مونڈھے کو جو خطا کر گیا اور ایک ران کو لگا جس سے وہ لنگڑا ہو گیا، اس وقت سے وہ تیمور اعرج (تیمور لنگ) مشہور ہو گیا، ۱۷ / شعبان ۸۰۷ھ میں انزار نامی جگہ کے اطراف میں انتقال ہوا۔ (دیکھئے فوائد بھیہ ص ۱۲۸ و نزهة الخواطر ۳/ ۳۶)

تاریخ ولادت ابن حجر نے اِنباءُ الغُمر بأبناء العُمر ۱/ ۱۵ میں ۷۲۸ھ لکھا ہے، لیکن مغلیہ دور حکومت ۱/ ۵۱ میں ۲۵/ شعبان ۷۳۶ھ لکھا ہے، اور نزهة الخواطر ۳/ ۳۷ میں تاریخ وفات ۸۰۷ھ لکھا، اس کے بعد لکھا: وقد جاوز الثمانین، اس سے ۷۲۸ھ والا قول ثابت ہوتا ہے۔

نیز تیمور کے تلفظ کے بارے میں فوائد بہیہ اور نزهه الخواطر میں بکسر التاء لکھا ہے، لیکن ابن حجرؒ نے انباء الغمر میں بفتح المثناة لکھا ہے۔ واللہ اعلم

تیمور کا پوتا اولغ بیگ اور اسکی بنائی ہوئی رصد گاہ

اسکا ایک پوتا گزرا ہے اس کا نام تھا اولغ بیگ (Ulugh Beg)، یہ خاندان بیگ کہلاتا ہے، ابھی تک ہندوستان میں یہ خاندان چل رہا ہے، حیدر آباد میں بیگ لوگ بہت ہیں، اس نے ایک جگہ زمین کھود کر ایک رصد گاہ بنائی

(Observatory)، وہاں سے وہ ستاروں کی رفتار وغیرہ کو معلوم کرتا تھا، اور وہاں سے علم نجوم سے فائدہ اٹھاتا تھا، وہ جگہ بھی دیکھی گئی، یہ ایک عجیب وغریب ایجاد تھی، وہاں ایک آدمی عربی وانگریزی بولنے والا مل گیا، وہ سمجھا رہا تھا کہ کیسے دنیا کے حالات اسی رصدگاہ سے معلوم کئے جاتے تھے، ہماری دلچسپی کی چیز تو نہیں تھی، سمجھ میں نہیں آئی، مگر سائینسی دنیا میں ایک نئی چیز تھی۔

(اولغ بیگ بن شاہ رخ بن تیمور، ولادت تقریباً ۷۹۰ھ میں ہوئی، اپنے دادا کے زمانہ میں بڑا ہو کے شادی بھی کر لی تھی، لیکن تیمور کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شاہ رخ حاکم ہوا تو اس نے اسکو سمرقند کا والی بنایا، تقریباً ۳۰ سال والی رہا اور اسی زمانہ میں اس نے یہ مشہور رصدگاہ بنائی اور شاید ۸۵۳ھ میں اس سے فارغ ہوا، اور اس کے لئے بہت سے علماء اور فضلاء خصوصاً اس فن سے مناسبت رکھنے والوں کو جمع کیا اور انکے لئے بڑے بڑے وظیفے مقرر کئے، ہر فن میں ماہر تھا، خصوصاً فلکیات اور علم ہیئت میں ضرب المثل تھا، حافظہ بہت اچھا تھا، ایک مرتبہ اس نے اپنے کسی درباری سے اصرار کر کے پوچھا کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے بتایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن حفظ نہیں کیا، اسی وقت اس نے قرآن حفظ کرنا شروع کر دیا، اور چھ ماہ کے اندر قرآن شریف کا پکا حافظ بن گیا، اور بھی اس کی ذہانت وغیرہ کے واقعات منقول ہیں۔

شاہ رخ کے انتقال کے بعد اس کی بیوی نے اپنے پوتے علاء الدین کو سلطنت پر بٹھایا، الغ بیگ کو پتہ چلا تو فوج لیکر ہرات گیا اور ماں اور بھتیجے کو شکست دیکر اپنے باپ کا بیشتر خزانہ لیکر سمرقند آ گیا۔

کچھ زمانہ کے بعد اس کا بیٹا عبداللطیف اس سے باغی ہو گیا اور باپ کو سلطنت سے ہٹا کر خود والی بن گیا اور باپ کو قتل کرنے کا حکم دیدیا اس وقت اس نے کہا کہ اس کی پیدائش کے دن سے ہی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ اسی کے ہاتھ میری ہلاکت ہوگی، لیکن تقدیر نے مجھے بھلوادیا تھا، وہ بھی میرے بعد پانچ ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا، بری طرح قتل ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسکو ۸۵۴ھ میں قتل کیا گیا۔ (دیکھئے الطبقات السنية في تراجم الحنفية ۲/۲۱۵)

وہاں ایک متحف بھی ہے اس کو بھی دیکھا گیا۔

ان سب سے فارغ ہو کر قریب کی ایک مسجد میں مغرب کی نماز پڑھی گئی، اس کے بعد (٦ بجے کے بعد) شیخ عبیداللہ احرار کے مزار کی زیارت ہوئی جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، ان کے نام کی ایک مسجد بھی تاشقند میں ہے۔

شیخ عبیداللہ احرار
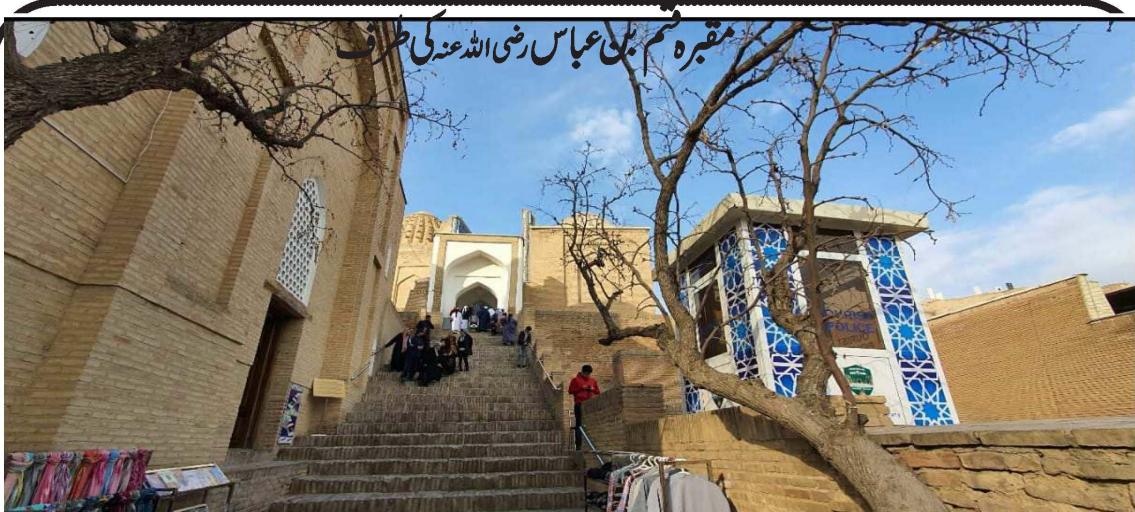
اسی سلسلہ کے ایک اور بزرگ ہیں شیخ عبیداللہ احرار، ان کی قبر بھی وہیں ہے، یہ خواجہ بہاء الدین کے شاگرد ہیں، جن کا قول کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر میں پیری مریدی شروع کروں تو کسی اور کو مرید نہیں ملیں گے، لیکن میری دعوت ہے صرف اتباع سنت کی، اگر ہم سنت کی اتباع کرلیں تو اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

(آپ کا لقب ناصر الدین احرار، والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ محمود بن شہاب الدین ہے، خواجہ مولانا یعقوب چرخی کے کامل ترین مریدوں میں تھے، سلسلۂ خواجہ احراری کے سرتاج ہیں، ماوراء النہر خراسان کے لوگ آپ کو بہت بڑا مانتے تھے اور آپ کا بڑا احترام کرتے تھے، کرامات وخوارق عادات آپ سے بے شمار ظاہر ہوئی ہیں، کہتے ہیں کہ خواجہ احرار کے پاس مال وزمینداری کافی تھی، سب مال و دولت خدا کی راہ میں صرف کرڈالتے تھے، جب سال کا آخر ہوتا تو انبار کے انبار لگ جاتے، یہ بھی حضرت خواجہ کی کرامت تھی۔

آپ کی ولادت رمضان ۸۰۶ھ میں تاشقند کے ایک قریہ باغستان میں ہوئی، اور وفات سنیچر ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو ہوئی، عمر تقریباً ۹۰ سال تھی، مزار مبارک سمرقند میں ہے۔ (دیکھئے جامع کرامات الاولیاء نبہانی ۲/ ۲۸۳ تا ۲۸۶ وسفینۃ الاولیاء ص ۱۱۴ والشقائق النعمانیۃ ص ۱۵۵ واقوال سلف ازمولانا قمر الزمان مدظلہ ۲/ ۱۲۳)، ولادت کے بارے میں الشقائق النعمانیۃ کی عبارت پہلے گزر چکی ہے: ولد رحمہ اللہ فی بلدۃ طاشقند من ولایۃ شاش۔

ریگستان کمپلکس
امام بخاری کا مزار باہر کا قبہ
امام بخاری کا اصلی مزار تہ خانہ میں
امام بخاری باہر قبر کی شبیہ

قبر شیخ عبید اللہ احرار
قبر امام دارمی
قبر فقیہ ابو اللیث
Fakih Abu Lays Samarqandi Nasr ibn Muhammad was a great scientist,religious scholar, who lived in the X th century.
He wrote more than 40 works such as "Tafsir of Bahrul - ulum", "Sharhu fikhil absat li Abi Hanifa", "Tanbeh – ul - Gofiliyn", "Buston – ul- orifiyn", "Hizonat – ul - Fikh" and others
Hodja Jaloliddin Fazlulloh Abulaysi was a great scientist who lived in the XIV – XV centuries. He was the ancestor of Fakih Abu Lays. Here such great men as Hodja Ahror Vali, Abdurahman Djami, Alisher Navoi, Sa`duddin
اولغ بیگ کی رصدگاہ
تیموری خاندان
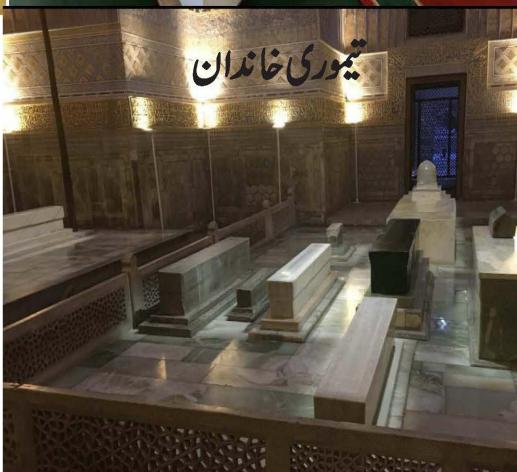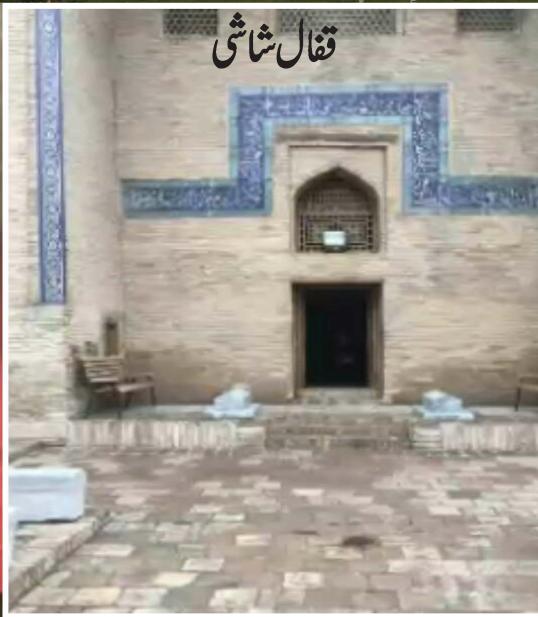
محمد صادق کمپلکس
قبر قفال شاشی
قفال شاشی
صاحب ہدایہ
کوکالداش

مسجد بیوی خانم جو ویران ہے

اسکے بعد ایک ریسٹورانٹ میں کھانا کھا کر تقریباً ۸ بجے مسجد بیوی خانم دیکھنے گئے، امیر تیمور لنگ کی بیوی کا نام تھا بیوی خانم، اس کی بھی بنائی ہوئی ایک مسجد ہے، لیکن افسوس ہے کہ عمارت تو ہے، بہت شاندار محراب اور قبے وغیرہ بنے ہوئے ہیں مگر وہاں نماز نہیں ہوتی، نماز پڑھنے کی جگہ نظر بھی نہیں آئی، سب ویران ہیں، اسکے بعد ہوٹل واپسی ہوئی، عشاء پڑھ کے آرام کیا۔

سمرقند سے تاشقند کی طرف واپسی

۹/ربیع الآخر۱۴۴۱ھ ۶/دسمبر۲۰۱۹ء جمعہ

صبح صادق سے پہلے ہی ہوٹل سے نکل گئے، ۶/بجے سے کچھ پہلے صبح صادق تھی، سمرقند ریلوے اسٹیشن پر نماز کیلئے جگہ تھی، وہیں ۶ بجے فجر کی نماز پڑھ کر تاشقند کیلئے سفر شروع ہوا، ۶/۳۵ کو سمرقند سے روانہ ہوئے اور تاشقند ۸/۴۵ کو پہنچے، یہ بھی بولٹ ٹرین تھی، بہت صاف ستھری اور بہت تیز رفتار تھی، صرف بڑے اسٹیشنوں پر رُکتی، اور بزنس کلاس میں بکنگ تھی، اسٹیشن پہنچ کر اللہ یار کی گاڑی سے ایک مسجد میں گئے، ضروریات سے فارغ ہوکر کچھ نوافل پڑھی گئیں، پھر ایک ہوٹل میں ناشتہ کرکے زیارت شروع ہوگئی۔

محمد صادق کومپلکس میں مصحف عثمانی

شیخ محمد صادق کومپلکس جس میں مسجد بھی ہے، کانفرنس ھال بھی ہے، پرنٹنگ پریس یعنی دار النشر بھی ہے، بہت زبردست ترقی یافتہ پریس ہے، وہاں سے بہت سی کتابیں چھپ رہی ہیں، یہاں ازبکی زبان میں بہت ساری کتابیں ہیں، وہاں ایک عالم تھے: شیخ محمد صادق بن شیخ محمد یوسف، ازبکستان اور قزاقستان کے مفتی اعظم تھے، ولادت ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء میں، انتقال ۱۰/ مارچ ۲۰۱۵ء میں ہوا، ڈاڑھی، پگڑی والے تھے، انھوں نے یہیں میر عرب

بخارا وغیرہ میں کچھ تعلیم حاصل کر کے امتیازی مقام حاصل کیا، پھر مغرب گئے اور پھر لیبیا میں جا کے پڑھا، قرآن کی تفسیر بھی الھلال کے نام سے لکھی ہے، اسی طرح ''التاج الجامع للاصول فی أحادیث الرسول ﷺ'' حدیث میں ایک کتاب ہے، اس کے مصنف منصور علی الناصف ہیں، سنہ ۱۳۴۱ھ میں شروع فرما کر سنہ ۱۳۴۲ھ میں تکمیل کی، پھر اسکی شرح بھی لکھی غایۃ المأمول کے نام سے سنہ ۱۳۴۸ھ تا سنہ ۱۳۵۳ھ، جیسا کہ کتاب کے آخر میں یہ تفصیل لکھی ہے۔ (مصنف کے مزید حالات معلوم نہ ہو سکے)، شیخ صادق نے اس کا ترجمہ کیا ہے جو ۳۹ جلدوں میں چھپی ہے، اور بھی مختلف موضوع پر سو سے زیادہ کتابیں لکھیں ہیں، یہ شیخ صادق دار العلوم آزادول جنوری ۲۰۱۴ء میں مؤتمر (کانفرنس) میں تشریف لائے تھے اور یہاں کے مدرسے اور مکتب وغیرہ بھی دیکھے تھے، ان کے کوئی بیٹے بھی ہیں شیخ اسماعیل جو کسی مدرسہ میں مدرس ہیں، لیکن ان سے ملاقات نہ ہو سکی، اور اس مکتبہ کے ایک کمرہ میں بہت پرانے دور کی عجیب عجیب کتابیں موجود ہیں، ماشاءاللہ۔

اور پریس سے نکل کر مسجد امام قفال شاشی ہے اور اس کے پیچھے ایک اور ہال ہے، اس میں ایک خاص چیز ہے سیدنا عثمانؓ کا مصحف، جو ہرن کی کھال پر لکھا ہوا ہے، اور گلاس (شیشہ) کے اندر رکھا ہوا ہے، دیکھنے کی اجازت ہے لیکن فوٹو لینے کی اجازت نہیں، اس کا ایک فوٹو کاغذ پر باہر بھی رکھا ہوا ہے، لیکن ہم لوگوں سے وہ پڑھا نہیں جاتا، کیونکہ اس میں نقطے اور اعراب نہیں ہیں، اور خوب بڑے بڑے حروف ہیں، اور بڑے سائز میں ہے، جاننے والے

کہتے ہیں کہ اصل مصحف عثمانی دنیا میں صرف دو جگہوں پر ہے: ایک تو یہی تاشقند میں اور دوسرا استنبول میں توپ کاپی میں، لیکن وہ ہر وقت نہیں دکھاتے، ابھی ہم گئے تھے مگر نہیں دیکھا، کسی خاص وقت پر باہر نکال کر دکھاتے ہیں، خاص طور سے رمضان میں دکھاتے ہیں، باہر لکھا ہوا ہے کہ اس صفحہ میں سورۂ انعام کی فلاں فلاں نمبر کی آیت ہے، اس سے ملا کر دیکھا گیا تو تھوڑا سا سمجھ میں آیا، اچھی طرح سمجھ میں نہیں آیا، مگر بہت بڑی تاریخی چیز ہے۔

قفال شاشی اور مفتی عثمان خاں

۳۰/۱۱ کو مسجد امام قفال شاشی شافعیؒ کی زیارت ہوئی، جہاں مصحف عثمانی ہے اسی کے قریب یہ مسجد ہے، یہ تو چھوٹی مسجد ہے، لیکن ابھی حکومت نے ایک اور بہت بڑی مسجد بنائی ہے، بلکہ ابھی مزید توسیع بھی ہو رہی ہے، جمعہ میں بالکل بھر جاتی ہے، شاید دس ہزار سے زیادہ کا مجمع رہا ہوگا، ہم نے وہاں جمعہ کی نماز پڑھی، لوگ جمعہ سے بہت پہلے آگئے، اور خطبہ سے پہلے مسجد بھر گئی، ہم نے کوشش کی کہ جلدی جائیں، پھر بھی کچھ پیچھے جگہ ملی (۳۰/۱۲ کو پہنچے تھے)، اس وقت حکومت کی طرف سے جو مفتی ہیں مفتی عثمان خان، وہاں پر جان بھی بولتے ہیں اور خان بھی، وہ پگڑی اور ڈاڑھی والے تھے اگرچہ پوری نہیں تھی، جمعہ سے پہلے وہاں کی مقامی زبان میں بیان دیا تقریباً ۲۵ منٹ کا بیان تھا، اور ہمارا راہبر ترجمہ کر رہا تھا، اس کا نام تھا اللہ یار، ہمارے ساتھیوں

نے اس کا نام حبیب اللہ رکھا تھا، عالم تھا، اس نے بتایا کہ بیان کا موضوع تھا تربیت الاولاد، کہ والدین کو اپنی اولاد کی تربیت کی فکر کرنی چاہئے، اور مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ گزشتہ جمعہ کو آذربیجان میں وہاں کے علماء کی کانفرنس ہوئی تھی اوراس میں بھی یہی موضوع تھا تربیت الاولاد کا، اورعراق وسیریا وغیرہ کے واقعات سنائے، بظاہر آس پاس کے ممالک میں بھی مسلمان کثرت سے ہوں گے، وہاں بھی علماء اور مفتیان کرام ہوں گے، (جیسا کہ مفتی تقی مدظلہ کے سفرنامہ (سفر در سفر) سے ظاہر ہوتا ہے)، انہی کی کانفرنس رہی ہوگی۔

اور مفتی صاحب مذکور نے یہ بھی بتایا کہ حکومت کی طرف سے امام ترمذی کی قبر کے پاس بھی امام ترمذیؒ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جائیگا جیسا کہ سمرقند میں امام بخاریؒ کی قبر کے قریب مدرسۃ الحدیث قائم ہوا، جس کا ذکر پہلے ہو چکا، جب ہم ترمذ گئے تھے تو اس میں ہمیں کوئی مدرسہ نہیں نظر آیا تھا۔

شاش (تاشقند) کے علماء

شاش کی طرف دو بڑے امام منسوب ہیں: ایک حنفی، وہ ہیں ابوعلی احمد ابن محمد بن اسحاق، ابوالحسن کرخی کے شاگرد ہیں، جب امام کرخیؒ کو فالج ہوا تو تدریس کی ذمہ داری اِنکے سپرد کی، ۳۴۴ھ میں وفات ہوئی۔ (الجواہر المضیۃ ۱/۹۹ و ۲/۴۳۵)

دوسرے یہی قفال شاشی ہیں، ابوبکر محمد بن علی بن اسماعیل جو قفال شاشی

کبیر سے مشہور ہیں، جب قفال شاشی بولتے ہیں تو یہی مراد ہوتے ہیں، اور جب قفال مروزی بولتے ہیں تو قفال صغیر مراد ہوتے ہیں، جو چوتھی صدی کے بعد ہوئے ہیں۔

ہر فن میں ماہر اور ماوراء النہر میں اپنے وقت کے امام تھے، ابوبکر ابن خزیمہ، ابن جریر طبری، وغیرہ ان کے اساتذہ ہیں، ابن مندہ، ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری، اور انکے بیٹے قاسم وغیرہ انکے تلامذہ ہیں، مختلف فنون میں تصانیف چھوڑیں، اصول فقہ اور امام شافعیؒ کی الرسالہ کی شرح بھی لکھی، پہلے اعتزال کی طرف کچھ میلان تھا لیکن بعد میں اشعری ہوگئے، شاید ابوالحسن اشعری سے استفادہ کے بعد، ولادت ۲۹۱ھ میں اور وفات ۳۶۵ھ کے اخیر میں شاش میں ہوئی۔ (دیکھئے طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی ۳/۲۰۰ وسیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۹۸)

علم مناظرہ کو ایجاد کیا اور ماوراء النہر میں مذہب شافعی کو پھیلایا اگرچہ وہاں مذہب حنفی زیادہ رائج ہے، شروع شروع میں وہ تالا بنانے کا کام کرتے تھے، اسلئے انکو قفال کہا جاتا ہے، انھوں نے ایک تالا بنایا تھا بہت ہلکا پھلکا، صرف ایک دانق (درہم کا چھٹا حصہ) کے برابر وزن تھا، اسی میں چابی بھی تھی فتعجب الناس من حذقہ۔ (معجم البلدان ۳/ ۳۰۸ وآثار البلاد ۵۳۸)

بعد نماز جمعہ شیخ قفال شاشی کی قبر کی زیارت ہوئی، ان کی قبر کے پاس اور بھی بہت سی قبریں ہیں، بابا خان بن عبدالمجید خان کی قبر بھی ہے۔

ادارۂ دینیہ، مدرسہ بارہ خاں، کوکال داش

ازبکستان میں حکومت کی طرف سے ایک دینی ادارہ ہے، ادارۂ دینیہ اسکا نام ہے، اس ادارہ کے سرپرست علماء ہوتے ہیں، حکومت کی نگرانی میں چلتا ہے، یہ بابا خان ادارۂ دینیہ اور میرعرب مدرسہ کے بانی، قزاقستان اور ایشیاء وسطی کے مفتی تھے، وفات ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء میں ہوئی، ان ممالک کو ایشیاء وسطی کہتے ہیں، ان کے بیٹے ضیاء الدین خاں بھی تھے، انکی وفات ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۲ء میں ہوئی۔

اسی طرح ایک مدرسہ ہے مدرسہ بارہ خان، لیکن وہ ختم ہوگیا، وہ کمرے جس میں طلبہ رہتے تھے اب وہ دکانیں بن گئیں، اور وہاں کی مصنوعات وہاں رکھی جاتی ہیں۔

اور ایک مدرسہ ہے کوکال داش مدرسہ، ثانویہ تک کی تعلیم ہوتی ہے، ۱۵۰ طلبہ ہیں، یہاں خوشخط لکھنا بھی سکھایا جاتا ہے، اساتذہ اور طلبہ تقریباً سب ہی محلوق اللحیہ اور مسبل ازار تھے، البتہ نماز کے وقت کرتہ اور عمامہ پہن لیتے ہیں، یہاں بھی جانا ہوا، اسی مدرسہ کی مسجد میں عصر کی (۳/۴۰) اور مغرب کی نماز (۵/۰۰) ادا کی گئی، پھر دعوت تھی۔

ازبکستان میں مکاتب اور تبلیغی محنت کی ضرورت

لیکن یہ سب ادارے اوپر کے درجات کیلئے ہیں، مکتب وغیرہ کا نظام نہیں ہے، اور بچوں کو گیارہ سال تک مکتب وغیرہ کی تعلیم کی اجازت بھی نہیں، اسکولوں میں جاتے ہیں، گیارہ سال کے بعد جب اسکول سے فارغ ہو جائیں تب ان کو آزادی ہے، لیکن انتظام نہیں ہے، تبلیغی کام بھی نہیں ہے، پہلے گزرا ہے کہ پاکستان کی چار جماعتیں انفرادی ملاقاتوں کے ذریعہ کام کر رہی ہیں، تبلیغ والے بھی گھسنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر یہ دو کام شروع ہو جائیں: مکاتب کا نظام اور تبلیغی جماعت تو امید ہے کہ جو کمیاں اور خرابیاں ہیں وہ دور ہو جائیں گی بہت اچھے لوگ ہیں، بہت خوبیوں والے ہیں، پورے سفر میں ہم نے کسی کو نہیں دیکھا جو ہمیں ترچھی نگاہ سے دیکھتا ہو، کہیں اجنبیت نہیں محسوس ہوئی، ہر جگہ اکرام ہی اکرام رہا، بس ماحول کی ضرورت ہے، ان شاء اللہ دوبارہ سلف کے زمانہ کے فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ [۱]

۱؎ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے کرغیزستان کے سفرنامہ میں ملک کرغیزستان میں تبلیغی کام کا اور اس کی افادیت کا دل کھول کر اعتراف کیا ہے، لیکن ساتھ ہی سلفیت وغیرہ کے فتنوں کے پہنچنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ (دیکھئے سفر در سفر ص ۱۳۴)

ازبکستان سے ترکی کی طرف

۱۰/ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ ۷/دسمبر ۲۰۱۹ء سنیچر

صبح چھ(۶) بجے فجر کی نماز پڑھ کر ہوٹل سے نکلے، فلائٹ کا ٹائم ۹/بجے کا تھا، لیکن کہرا کی وجہ سے فضاء صاف نہیں تھی، سورج نکلنے کے بعد جب روشنی ہوئی تب اڑنے کی اجازت ملی، اسلئے فلائٹ تقریباً پانچ گھنٹے لیٹ (مؤخر) ہوا، تاشقند ائیرپورٹ پر مسجد بنی ہوئی ہے، اس میں ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے گئے تو وہاں بھی بہت لوگ نماز پڑھنے کیلئے آئے، ائیرپورٹ کے لوگ بھی اور باہر سے بھی، کیونکہ مقامی چار رکعات پڑھتے تھے اور مسافرین دو، اور وہاں مسافر صرف دو ہی پڑھتے ہیں، کیونکہ سب حنفی ہیں۔

قونیہ کا سفر اور اللہ تعالی کی غیبی مدد

۲/بجے کے بعد فلائٹ روانہ ہوا، اسلئے استنبول پہنچنے میں بہت تاخیر ہوئی، ساڑھے پانچ بجے استنبول پہنچے، تاشقند سے استنبول تقریباً ۵ گھنٹے لگتے ہیں، پونے سات بجے استنبول سے قونیہ کا فلائٹ تھا، مسافرین سوار ہوچکے تھے، ہمارا (شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کا) سامان تو تاشقند سے قونیہ تک بُک ہوگیا تھا، کیونکہ ہماری بکنگ بزنس کلاس میں تھی، مگر دوسرے ساتھیوں کا سامان

صرف استنبول تک بک تھا، استنبول پہنچ کر سامان وصول کر کے قونیہ کے فلائٹ کیلئے دوڑ بھاگ کیا گیا اور سپر وائزر سے سفارش کرنے کے بعد مشکل سے جب ہم ہوائی جہاز تک پہنچے تو انھوں نے سب کا سامان اندر لے لیا، یعنی ہمارے ساتھیوں کا سامان چیکنگ میں بھی نہیں گیا، دروازہ ہی سے ہوائی جہاز کے اندر لے لیا، جیسے ہی ہم بیٹھے ہوائی جہاز چلا، استنبول سے جنوب مشرق میں قونیہ تقریباً ۷۰۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، ایک گھنٹہ میں پہنچ گئے۔

مولانا رومی اور انکی مسجد میں درس مثنوی شریف

۱۱ ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ ۸ دسمبر اتوار

رات کو ہوٹل میں آرام کیا، صبح دس بجے اتوار کے دن مولانا رومی کی قبر کی زیارت ہوئی جو ہمارے ہوٹل سے قریب ہی تھی، ٹرامبے میں تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ کر گئے، جس اسٹیشن پر اترے اسکا نام مولانا ہے، وہاں مِولانا (بکسر المیم) لکھا تھا، وہاں باغیچہ ہے، کچھ پرانی چیزیں بھی ہیں، کچھ اور قبریں بھی ہیں، مولانا رومی کی قبر کے پاس مسجد ہے، اس میں دو رکعت نماز پڑھکر وہیں مثنوی شریف کا درس بھی ہوا، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کا درس فغان رومی کے نام سے چھپا ہوا ہے اسی کو لیکر گئے تھے، اسی کا درس ہوا، پھر جہراً ذکر بھی کیا گیا، اس کے بعد دعا ہوئی، کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

مولانا روم یا رومی کا نام جلال الدین محمد بن بہاء الدین محمد ہے، ۹ واسطوں

سے ان کا نسب باپ کی جانب سے حضرت صدیق اکبرؓ سے ملتا ہے، اور ماں کی طرف سے حضرت علیؓ سے، بلخ خراسان (افغانستان) میں ۶۰۴ھ میں ولادت ہوئی، آپ کے والد محترم سلطان العلماء بہاء الدین نے ۶۲۶ھ میں ہجرت کر کے قونیہ میں قیام اختیار فرمایا، اور وہیں ۶۲۸ھ میں انتقال فرمایا، مولانا رومی نے سید برہان الدین ترمذی، محیی الدین ابن عربی، سعد الدین حموی، شیخ صدر الدین قونوی وغیرہ سے علم حاصل کیا، شمس تبریز محمد بن علی بن ملک داد سے ۶۴۲ھ میں تعلق قائم کیا، جلال الدین رومیؒ کی وفات ۵/ جمادی الاخری ۶۷۲ھ میں ہوئی۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ملخصا ۱/ ۳۴۵)

محمد بن محمد بن محمد بن حسین بن احمد بن قاسم بن مسیب بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیقؓ ۔ (الجواہر المضیہ ۲/ ۱۲۴)، تبریزی سے ملاقات کا قصہ بھی ذکر کیا ہے۔

مثنوی شریف ۶۶۰ھ میں لکھی، علاء الدین اور سلطان دولہ دو بیٹے چھوڑے۔ (معارف مثنوی ص ۵ تا ۸ از مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ)

مسجد شمس تبریز میں بھی جانا ہوا، جو حضرت مولانا رومی کے شیخ واستاذ تھے، مولانا رومی خود فرمایا کرتے تھے

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ بود

مولانا رومی عالم تھے، ان کے پاس شاگرد تھے، ان کا مدرسہ تھا، لیکن اللہ تعالی کا عشق اور اسکی محبت شمس تبریز کے پاس جا کے سیکھی تھی، پھر اس کے بعد مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کہے، اللہ تعالی کی طرف سے آمد

ہو رہی تھی، ایک جگہ جا کر اچانک رک گئے، چھٹاں دفتر بھی پورا نہ ہو سکا، پھر ہندوستان کے ایک بزرگ مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ ۱؎ (۱۱۶۲ھ - ۱۲۴۵ھ) تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اس کو پورا کیا، اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔

مثنویٔ مولویٔ معنوی ہست قرآن در زبان پہلوی

(معارف مثنوی مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ ص: ۳۴، ۳۵، ۱۴۷)

مسجد شمس تبریز و مزار

مسجد کے قریب ہی قبر ہے، صحیح معلوم نہیں کہ شمس تبریز کی قبر کہاں ہے، اندازہ سے بنائی گئی ہے، ہم وہاں گئے تو لوگوں نے ہمارا استقبال کیا، ہم ویل چیئر پر تھے، انھوں نے چٹائی بچھادی کہ اس چٹائی پر ویل چیئر چلاؤ، ایک قبر ملتان پاکستان میں بھی ہے، ہمارے شیخ حضرت مولانا حکیم محمد صاحبؒ نے معارف شمس تبریز ص ۷ میں لکھا ہے کہ یہ وہ تبریز نہیں ہیں جو مولانا رومی کے استاذ ہیں، کوئی اور ہوگا یا پھر جھوٹی خبر ہوگی، کیونکہ قبروں کا حال بھی صحیح معلوم نہیں، (ملتان کے شمس تبریزی دسویں یا گیارہویں صدی میں گزرے ہیں۔ شرح مثنوی از قاضی سجاد حسین ص ۱۰)

شمس تبریز کا نام محمد بن ملک داد تھا، مادرزاد ولی تھے، ۶۴۵ھ میں حاسدوں نے شہید کردیا۔ (معارف شمس تبریزی ص ۷، ۸ مولانا حکیم اختر صاحبؒ)

۱- ان کا تذکرہ حضرت شیخ محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے مشائخ کاندھلہ میں لکھا ہے۔ ۱۲ فضل

یوم اللقاء، یوم الفرح، یوم العروس

قونیہ میں جگہ جگہ جھنڈے وغیرہ پر لکھا ہوا تھا: یوم اللقاء، یوم الفرح، یوم العروس، میں نے پوچھا یہ کیا لکھا ہے؟ تو وہاں کے ایک آدمی نے بتایا کہ جب مولانا رومی کے انتقال ہونے کا وقت آیا تو انھوں نے لوگوں سے کہا کہ میرے مرنے کے بعد رونا نہیں، خوشی کا وقت ہے، اللہ سے ملنے کا وقت ہے، جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت گھر والے رو رہے تھے تو فرمایا: رؤومت: غداً نلقٰی محمداً وأصحابہ (سیر اعلام النبلاء، ط الرسالۃ ۱/۳۵۹، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ۱/۱۷۱۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بھی صفین میں فرمایا: الیوم القی الاحبۃ محمدا وحزبہ. البدایہ والنہایہ ۷/۲۶۹ وحیاۃ الصحابۃ)

مولانا رومی کی وفات ۱۲/ دسمبر کو ہوئی تھی، اسلئے یہ لوگ دسمبر میں خوشی مناتے ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

وہاں سے فارغ ہو کر ہوٹل واپس آئے، تیاری کر کے سامان لیکر وہاں سے ائیر پورٹ گئے، ہوائی جہاز کا وقت ۴ بجے تھا، لیکن تاخیر سے چلا، ۶ بجے کے بعد استنبول پہنچے، وہاں ایک دن رہے، کچھ زیارتیں بھی ہوئیں، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کی بھی زیارت ہوئی، جنکا اصل نام خالد بن زید تھا، ۵۲ھ میں انتقال ہوا، ۹۰ سال سے زیادہ عمر تھی، جب انتقال ہونے لگا تو لشکر

کے جو امیر تھے یزید بن معاویہ جن کے نام سے بعض لوگ بہت جلتے ہیں ان سے کہا: جب میں مرجاؤں تو میری لاش کو بھی لے جانا اور دشمنوں کے شہر کے آخر میں جہاں تک لشکر جائے وہاں مجھے دفن کرنا، اور اللہ تعالی سے دعا کی کہ میری قبر کا نشان مٹا دیا جائے، لیکن آج تو بنی ہوئی نظر آرہی ہے، تو یہ تحقیقی نہیں ہے، بلکہ اندازہ سے بنائی گئی ہے، سلطان محمد فاتح کے شیخ شمس الدین آق کو کشف ہوا تھا کہ یہاں پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مدفون ہیں، ان کے کہنے پر یہ قبر وہاں بنائی گئی ہے، اس پر قبہ بھی بنا ہوا ہے۔ (دیکھئے الشقائق النعمانیة فی علماء الدولة العثمانیة ص ۱۳۸)

سلطان محمد فاتح کے شیخ آق شمس الدین

آقا شمس الدین محمد بن حمزہ، دمشق میں پیدا ہوئے اور روم میں علم حاصل کیا، حاجی بیرام انکے شیخ تھے، ۹۰۹ھ میں وفات ہوئی، شیخ شہاب الدین سہروردی کے خاندان سے تھے۔ (الکواکب السائرة بأعیان المائة العاشرة ۱ / ۱٦٤)، مزید حالات کیلئے دیکھئے الشقائق النعمانیة اور تاریخ المشاہیر ص ۱۳۵ قاضی سلیمان منصور پوری۔

مزار و مسجد مولانا رومی

مسجد شمس تبریز

سلطان محمد فاتح اور انکا عجیب وغریب کارنامہ

جلال الدین رومیؒ کی وفات ۵ / جمادی الاخری ۶۷۲ھ میں ہوئی اور استنبول فتح ہوا ہے ۲۰ / جمادی الاولی ۸۵۷ھ ۲۹ / مئی ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد فاتح کے ہاتھ، یہ علامہ ابن حجرؒ م ۸۵۲ھ اور علامہ عینیؒ م ۸۵۵ھ کا زمانہ تھا، یہ لوگ قاہرہ کے تھے، جب تک استنبول، توپ کاپی فتح نہیں ہوا تھا وہ سب روم کہلاتا تھا، رومی لوگ حکومت کرتے تھے، خلافت عثمانی کا علاقہ بہت محدود تھا، قونیہ اس میں داخل نہیں تھا، بلکہ رومیوں کے ماتحت تھا، فوائد بھیہ میں بہت سے علماء احناف کو جو رومی لکھا ہے وہ یہیں کے تھے، فتح ہونے کے بعد وہ ترکی بنا ہے، دشمنوں نے اپنے قلعہ کیلئے تین تین موٹی موٹی دیواریں بنا رکھیں تھیں اور دیواروں کے درمیان خندق کھود رکھی تھی، اسلئے اسکو فتح کرنے کا کوئی تصور ہی نہیں تھا، سلطان محمد فاتح نے عجیب تدبیر سوچی کہ ستر (۷۰) کشتیاں انھوں نے خشکی پر چلا کر دس کلومیٹر ایک ہی رات میں طے کرلیا اور صبح صبح دشمنوں کے میدان میں پہنچ گیا اور فتح کرلیا، اس وقت ان کی عمر صرف ۲۶ سال کی تھی، اس کی تفصیل اردو انگریزی میں ملتی ہے، اس کو پڑھنا چاہئے۔ (دیکھئے جہانِ دیدہ ازمولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ ص ۳۲۰ تا ۳۲۹)

سلطان محمد فاتح کی ولادت ۲۶ / رجب ۸۳۱ھ میں، وفات ۱۴ / ربیع الاول

۸۸۶ھ میں ہوئی۔

پھر پرونامہ دیکھنے گئے، جو عجیب طریقہ سے بنا ہوا ہے، تصویر کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ رومی عیسائیوں کا قلعہ کیسے فتح ہوا، آسمان پر بدلی ہے، بم پھوٹنے کی آواز ہے، کہیں دھواں نظر آرہا ہے، الغرض پورا منظر دکھا گیا ہے۔

پھر ۱۲ بجے کے بعد مسجد سلیمان دیکھنے گئے، اس کے بعد مسجد سلطان محمد فاتح میں ظہر کی نماز پڑھی گئی، اس کے بعد ان کی قبر کی زیارت کی گئی، اس کے باہر ان کے حالات لکھے ہوئے تھے۔

استنبول میں دعوت

استنبول میں ساؤتھ افریقہ اور لوساکا کے کچھ علماء تھے، انھوں نے شیخ مازنی عراقی سے ہمارا تعارف کرایا جو اصلاً عراق کے ہیں، حالات کے بعد سیریا گئے پھر وہاں سے ترکی، اب وہ سعودیہ جانا چاہتے ہیں، یسر اللہ له، توانھوں نے بہت عجیب وغریب دعوت کی، بڑے بڑے خانچہ میں چاول اور گوشت رکھے ہوئے تھے، دورۂ حدیث کے طلبہ یاد آرہے تھے، دعوت کھا کر سیدھے ائیرپورٹ گئے، ۲ بجے فلائٹ تھا، جوہانسبرگ ساڑھے دس بجے پہنچے، ظہر کی نماز راستہ میں پڑھی گئی، فالحمد لله علی ذالك، وبنعمته تتم الصالحات۔

سفر سے عبرتیں

سفر سے عبرت لینی چاہیئے، بادشاہ لوگ تعیش میں پڑ گئے اور دین کی فکر چھوڑ دی اور عوام دنیا کمانے اور بیوی بچوں کے پالنے میں لگ گئے اور دین کی فکر چھوڑ دی اور علماء وصلحاء سے رابطہ چھوڑ دیا تو دشمنوں نے ان کو اپنا ہم خیال بنا کر علماء کے خلاف انہی لوگوں کو استعمال کیا، اسلئے ہمیں بھی عبرت لینی چاہیئے: ایک تو ہم کو علماء وصلحاء سے تعلق مضبوط رکھنا چاہیئے، اور دوسرے یہ کہ اپنے بچوں کی تعلیم کا اہتمام کرنا چاہیئے اور پوری دنیا میں دین کے زندہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

نوٹ: یہی حال اسپین اور قرطبہ میں ہوا، بہت قربانی سے فتح کیا گیا، شاندار اسلامی حکومت قائم ہوئی، سات آٹھ سو سال تک چلی، بڑے علماء وصلحاء، مفسرین اور فقہاء پیدا ہوئے جنہوں نے بڑے کارنامے انجام دیئے، ضخیم ضخیم کتابیں تصنیف کیں، لیکن اخیر کے خلفاء تعیش میں مبتلاء ہوئے، پھر دھیرے دھیرے سب کھو بیٹھے، آج مسجد قرطبہ میں نماز پڑھنا منع ہے، صرف میوزیم ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون (تفصیل کے لئے دیکھئے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا سفرنامہ (دنیا میرے آگے)

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے ۔۔۔ شمشیر وسناں اول، طاؤس و رباب آخر

ان تاریخی واقعات سے مسلمانوں کو سبق لینے کی ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان

میرِ عرب مدرسہ بخاریٰ

۷/ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ ۴/دیسمبر ۲۰۱۹ء

شرف العلم وفضله: أبيات ابن دريد

أولاً أقرأ عليكم الأبيات للعلامة ابن دُريد اللغوى صاحب جمهرة اللغات هو يقول لكم كأنكم تسمعون من لسانه:

أهلاً وسهلاً بالذينَ أُحِبُّهم ... وأوَدُّهم فى اللهِ ذى الآلاء

أهلاً بقومٍ صالحينَ ذَوِى تُقى ... غُرِّ الوُجوهِ وزَينِ كلِّ مَلاء

يَسعونَ فى طلبِ الحديثِ بِعِفةٍ ... وتوقُّرٍ وسكينةٍ وحياء

لهمُ المَهابةُ والجلالُ والنُّهى ... وفضائلٌ جلّت عنِ الاحصاء

ومدادُ ما تَجرى به أقلامُهم ... أزكىٰ وأفضلُ من دمِ الشُّهداء

ياطالبى علمِ النبى محمدٍ ﷺ ... ما أنتم وسِواكم بسَواء

العلامة (يوسف) ابن عبد البر المالكى رحمه الله (م ۴۶۳) كتب كتابا مشهورا فى العالَم، اسمه: جامع بيان العلم وفضله وما ينبغى فى روايته

وحمله، وعقد فيه بابا:تفضيل العلماء على الشهداء وذكرفيه هذه الأبيات(ص ٣٠)

الحمد لله الذى منّ علينا بعد الايمان بهذا العلمِ الشريف أى علمِ الكتاب والسنة، والحاملون لهذ العلم الذين يقال لهم علماء هذه الأمة هم رؤساء هذه الأمة، ولهم فضائل كثيرة،لا نستطيع أن نحصيها، نسأل الله سبحانه وتعالى أن يجعلنا أهلا لهٰذا العلم ومن علماء الكتاب والسنة، كما كان الكبار من علماء هذه الأمة: مثل الامام البخارى والامام الترمذى وشمس الائمة الحلوائى والامام أبى الحفص الكبير، وأبى الحفص الصغير رحمهم الله تعالى، هم كانوا رجال العلم والعمل، رجال العلم والفضل، رجال الفكر والدعوة، الذين ضحّوا أنفسَهم وأموالَهم وصلاحيتَهم وأفكارهم وأذهانهم وأجسامهم وأوقاتهم لاحياء دين الله تعالى ونشرِ علمه فى العالم .

لأن بهذ العلم الشريف نتحصل على المقصود، الامام البخارى فى كتابه أتى بعد الايمان بكتاب العلم، وبدأ كتاب العلم بهذا الباب: باب فضل العلم، فهو أول باب فى كتاب العلم (ص ١۴)

والحديث المشهور المذكور فى صحيح مسلم(٢/٣۴٥) وغيرِه (الترمذى ٢/٩٣ وأبى داود ٢/١٥٧):" من سلك طريقاً يلتمِس فيه علماً سهل الله له به طريقا الى الجنة " ليس على شرط الامام البخارىؒ، فالامام البخارى ما ذكر هذا الحديث فى كتابه، بل ذكر

قطعة من الآية الكريمة: يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات، والله بماتعملون خبير۔ (المجادلة: ١١)

نفكر فى هذه الأية، الله سبحانه وتعالى يقول يرفع الله الذين آمنوا، نسب الايمان الى المؤمنين، ثم قال: والذين أوتوا العلم، لم ينسب العلم الى العلماء، فان العلم لا يأتى بل يُعطى، هذا فضل الله يؤتيه من يشاء، والله واسع عليم، ويقولون بالفارسية ۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خداء بخشندہ

هذا العلم لايتحصل عليه الا بتوفيق الله سبحانه وتعالى، الله سبحانه وتعالى انتخبكم لاعطاء هذا العلم۔

وقال النبى ﷺ أيضا: انّ الله يرفعُ بهذا الكتاب أقواماً ويضع به آخرين۔ رواه مسلم (۱/۲۷۲)

وقال أيضا: من يُردِ اللهُ به خيراً يُفقّهه فى الدين۔ (البخارى ص ١٦)

نعمة الايمان وفكر حفاظتها

فاشكروا الله سبحانه وتعالى على هذه النعمة: نعمة الايمان ونعمة العلم، وأولاً نعمة الايمان، لأن الايمان أغلى شيء فى الأرض والسماء، فان الله سبحانه وتعالى أخبر إن الذين كفروا وماتوا وهم كفار (أى بغير ايمان، يريدون أن يفتدوا بملأ الأرض من ذهب ولكن) فلن يقبل من أحدهم ملأ الأرض ذهبا ولو افتدى به، أولئك لهم عذب

أليم، وما لهم من نٰصرين ـ (آل عمران: ۹۱)

وعلينا أن نبين هذه النعمة أمام الناس وأن نخبرهم أن عندكم هذه النعمة، وأنها أثمن وأغلى شيء في هذا العالَم، ومع ذلك علينا أن نفكر كيف نموت على الايمان، فاننا الآن مؤمنون بحمد لله ولكن لا يستطيع واحدٌ منّا أن يقول أنه سيموت على الايمان، لأنّ اِمامَنا ونبيَّنا محمداً ﷺ الصادق المصدوق يقول كما جاء في حديث البخارى ومسلم، حديث متفق عليه: انّ الرجلَ ليَعمَلُ بعمل أهلِ الجنّة فيما يَبدُو للناس أنه من أهل الجنة، لايبقى بينه وبين الجنة الا ذراع فيسبق عليه الكتاب فيموت كافراً، (نعوذ بالله من ذلك)ـ (البخارى ۱/۴۰۶ و۴۵۶و۴۶۸و۲/۴۰۶، ومسلم ۲/۳۳۲)

والمشايخ الكبار الصوفية أيضا كانوا يتفكرون لحسن الخاتمة، سمعنا أن الشيخ عبد القادر الجيلانى من مشايخ التصوف كان يقول بالفارسية:

ایماں چوں سلامت بلب گور بریم احسنت بریں چستی وچالاکی ما

ونحن أيضا نتصف بالتصوف، نحن چشتية ونقشنبديه وسهروردیه والقادرية، فنفكر عن حسن الخاتمة، لأن كل شيء بيده الله تعالى، لا مانع لما أعطيت ولامعطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد، هذا الدعا من السنة، لأن النبى ﷺ كان يقول بعد أداء الفريضة: لا اله الا الله وحده،لا شريك له، له الملك وله الحمد، وهو

على كل شىء قدير، اللّٰهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد. رواه البخارى (۱/۱۱۷ و۲/۹۳۷ ،۹۷۹ ،۱۰۸۳ ومسلم ۱/۲۱۸)، وجاء عند الطبرانى (ص۲۱۷ ح۶۸۲): ولا راد لما قضيت.

علينا أن نفكر لايماننا ليزيد ايماننا ونموت على الايمان، سيدنا يوسف عليه السلام يدعوالله تعالى: توفنى مسلما وألحقنى بالصالحين۔ (يوسف: ۱۰۱)، لأن آباءه وأجداده أيضا قالوا هكذا: ووصى بها ابراهيم بنيه ويعقوب: انّ الله اصطفى لكم الدين، فلا تموتُنّ الا وأنتم مسلمون۔ (البقرة: ۱۳۱)

أنتم حفاظ القرآن ؟ كثيرمنهم ما شاء الله !

والامام البخارى رحمه الله نقل عن السلف أقوالا معناها بالاختصار أن الايمان يزيد بالطاعة وينقص بالمعصية۔

أهمية العمل بالعلم

فنجتهد للطاعة ونجتنب عن المعاصى، يقول الله سبحانه وتعالى عن الصحابةرضى الله عنهم: حبّب اليكم الايمان وزيّنه فى قلوبكم وكرّه اليكم الكفر والفسوق والعصيان، أولئك هم الراشدون۔ (الحجرات:۷) أى الكاملون فى الهداية، اللّٰهم حبِّب الينا الايمان وزيّنْه فى قلوبنا، وكرِّه الينا الكفر والفسوق والعصيان (جيع المعاصى:

الصغائر والكبائر، والظاهرة والباطنة)، يقول الله سبحانه وتعالى:وذروا ظاهر الاثم وباطنه، انّ الذين يكسبون الاثم سيجزون بما كانوا يقترفون۔ (الأنعام :۱۲۰)، وهذا العلم بالطاعة واتباع السنة والتقوى، ويقول نبيناﷺ: أنا أعلمكم بالله وأتقاكم لله تعالى وأخشاكم لله تعالى۔(بخاری ۷/۱، مسلم ۲۵۳/۱)، هذا العلم الشريف يطلب منا التقوى، أى أن نجتنب عن السيئات، ونحفظ أعيننا وأذهاننا وآذاننا وقلوبنا عن المعاصى والسيئات، ويقول النبى ﷺ لو تعلمون ما أعلم لبكيتم كثيراً ولضحكتم قليلاً۔ (بخاری ۱۴۲/۱) يعنى العلم اذا يدخل فى القلب يفيد ويحدث التقوى، يقول العارف بالله مولانا الرومى ، هل سمعتم اسمه؟ (نعم !) ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غلام شمس تبریزی نہ بود

هو يقول: العلم اذا يدخل فى القلب يفيد۔

علم آں باشد کہ بکشاید رہے　　راہ آں باشد کہ پیش آید شہے

العلم يهدى الى طريق الجنة، العلم للوصول الى الله تعالى، واليقين أول شىء فى هذا العلم، هذا العلم: علم الكتاب والسنة ضامن للهداية والنجاة والفلاح فى الدنيا والآخرة۔

علم را بر دل زنی یارے شود　　علم را بر تن زنی مارے شود

لازم علينا أن نأتى باليقين بهذه العلوم، ولهذا عقد الامام البخارى رحمہ اللہ أول باب فى كتابه هكذا: باب كيف كان بدء الوحى الى

رسول اللهﷺ، فالعلم اذا يدخل فى القلب يفيد دائما، فى كل مكان وزمان، وأحوال، يقال العلم ينفع، أى دائما مستمرا، هذا التركيب يدل على الاستمرار، اذا كان الخبر بصيغة المضارع يدل على الاستمرار،كما فى قوله تعالى: والمؤمنون والمؤمنات بعضُهم أولياءُ بعض، يأمرون بالمعروف وينهَون عن المُنكر ويُقيمون الصلوة ويُؤتون الزكوةَ ويطيعون الله ورسولَه. (التوبة :۷۱)، أى دائما يأمرون وينهون فيما بينهم، ويقيمون الصلوة: أى يؤدونها مع حقوقها، مع الجماعة فى المساجد بالاطمينان بالخشوع والتوجه الى الله تعالى، وبتسوية الصفوف۔

اقامة الصلوة: تسوية الصفوف

كان النبى ﷺ عند الاقامة وبعد الاقامة ينظر الى اليمين والشمال ويقول: سووا صفوفكم واعتدلوا، وتراصوا وسُدوا الخلل، فان تسوية الصف من اقامة الصلوة، وقال أيضا: فان تسوية الصف من حسن (أوتمام) الصلوة۔ رواه البخارى (۱/۱۰۰)ومسلم (۱/۱۸۲)

هذه أيضا سنة، فلهذا نحن نؤكد ائمة المساجد أن يعملوا بهذه السنة۔

تعديل الأركان فى الصلوة والطمأنينة فيها

والصلوة لازم أن تكون بالاطمينان، أنتم تعلمون الحديث الصحيح الذى رواه البخارى فى كتابه أربع مرات (۱/۱۰۵، ۱۰۹و۲/۹۲۴، ۹۸۶): جاء صحابى (خلاد بن رافع) وصلى ركعتين أمام النبىﷺ

ولكن صلى بسرعة، ما كان فى صلاته الاطمينان فى الركوع والسجود والقومة والجلسة، فلما أراد أن يرجع الى بيته قال له النبى ﷺ: ارجع فصل فانك لم تصل، فأعاد صلوته ثلاث مرات بأمر النبى ﷺ ولكن ما صلى بالاطمينان، ثم علّمه النبى ﷺ الاطمينان فى الصلوة۔اھ

وكثيرمن الناس يصلون الصلوات الخمس فى المساجد لكن ليس فى صلوتهم الاطمينان الواجب، فتكون صلوتهم واجبة الاعادة، اعادتها واجبة، لأن هذا النقص لايفعلونه سهوا، فلاينجبر هذا النقص بسجدة السهو، بل يفعلونه عمدا فتجب اعادة الصلوة، فلذا صرح المحققون من علمائنا الحنفية:أبو جعفر الطحاوى والمحقق ابن الهمام وابن امير الحاج وابن عابدين الشامى أن الاطمينان واجب فى الصلوة، وواحد من علماء الحنفية اسمه الشيخ محمدالرومى الآفندى الصوفى البركوى، أو البركلى (أُختلف فى نسبته) كتَبَ كتاباً اسمُه: "معدّل الصلوة"، أنا ترجمته باللغة الأردية اللغةِ الهندية، وطبعته مع العربية والأردية، لأن العلامه ابن عابدين الشامى كتب فى كتابه: رد المحتار: "الفتاوى الشامية": على الناس أن يقرأوا هذا الكتاب: "معدل الصلوة"، لأن هذا المصنف يكتب: أن المصلى اذا لا يصلى صلوته مع حقوقها، بل يتساهل ويُقصّر ويصلى بسرعة، ليس له اطمينان ولا خشوع ولا التوجه الى الله، فيكون فى صلوته فى يوم واحد اكثر من ثلاث مائة وخمسون مكروها، عليكم بهذا الكتاب۔ (أنظروا لترجمته

الفوائد البهية(طرب الأماثل ص٣٠٢)

وكذا كتب الملا على القارى أيضا كتاباً: "تعديل الأركان"، نحن ترجمنا وطبعنا هذا الكتاب أيضا، وهو يقول فى كتابه: أكثر العلماء والفضلاء، بل من يدعى المشيخة ويزعم أنه من الأولياء والأصفياء ليس فى صلوتهم تعديل الأركان، لايصلون بالاطمينان، كأن تعديل الأركان ليس مذكورا فى الأحاديث، مع أن كتب الحديث مملوءة بذكر هذه المسئلة: البخارى ومسلم (١/١٧٠)وأبو داود(١/١١٠ و١٢٣ الى ١٢٥)والترمذى(١/ ٦١و٦٣ و٢/١٨٠)والنسائى(١/١٦٢ و١٧٢)وابن ماجه (٦٣و٦٤) وشرح معانى الآثار(١٧٠)۔

الأدعية المأثورة فى القومة وا لجلسة

يقول علماؤنا:إِن الأدعية المسنونة تعين وتساعد لأداء الواجب خصوصاً فى القومة والجلسة، يقول ابن عابدين الشامى فى رد المحتار: إن الواجبات مشروعة لتكميل الفرائض، والسنن مشروعة لاكمال الواجبات، والمستحبات مشروعة لأداء السنن، يعنى بأداء المستحبات نصل الى اداء السنن، وبأداء السنن نصل الى أداء الواجبات، وبأداء الواجبات نستطيع ان شاء الله أن نصل الى أداء الفرائض فى داخل الصلوة أيضا وفى خارج الصلوة أيضا۔

نبیُّنا ﷺ اذا قام من الركوع كان يقول:سمع الله لمن حمده، وهذا الذكر للانتقال من الركوع الى القومة، وفى القومة كان النبى ﷺ يقرأ: ربنا لك الحمد ملأ السموات والأرض وملأ ما بينهما وملأ ما شئت بعد۔ رواه مسلم (۱/۱۹۰)

وذُكرت القصةُ فى صحيح البخارى (۱۱۰) أن النبى ﷺ لما رفع رأسه من الركوع قرأ واحد من الصحابة: ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه، وبعد الفراغ من الصلوة قال النبى ﷺ للصحابة مَن قال هذه الكلمات؟ فقال الصحابى: أنا، فقال النبى ﷺ: رأيت بضعاً وثلثين ملكاً يبتدرونها أيهم يكتبها أول؟

وكذلك كان النبى ﷺ يقرأ بين السجدتين : اللّٰهم اغفر لى وارحمنى وعافنى واهدنى وارزقنى واجبرنى۔ رواه الترمذى ۱/۶۳ وأبوداود ۱/۱۲۳

واحد من علماء الهند فى ديوبند العلامة أنور شاه الكشميرى رحمه الله، هل سمعتم اسمه؟ (نعم !)، هومحقّق واجتهد ثلثين سنة ثم قال أنا مطمئن أن المذهب الحنفى موافق للأحاديث، وكان حافظَ الكتب، اذا قرأ مرة واحدة أيَّ كتاب، فالى خمس وعشرين سنة لايحتاج الى المراجعة، كانوا يقولون أنه مكتبة جوّالة تمشى وتقوم وتذهب، هو كان يقول على الحنفية أيضا أن يعتنوا بهذه الأدعية۔ (فيض البارى ۲ /۳۰۹).

وعند الحنفية بحث أن هذه الأدعية تقرأ فى الصلوات المفروضة أم لا، وأنا كتبت كتابا حول هذا الموضوع بالأردية وأيّدنى الشيخ محمد تقى العثمانى دامت بركاته، هل زرتموه؟ (نعم !) جاء الى هذه البلاد، فهو أيضا أيد هذا الكتاب ونشر فى مجلته (البلاغ) التى تصدر من كراتشى، وأنا بينت فى هذا الكتاب أن عند الحنفية أيضا فى الفرائض أيضا تقرأ هذه الأدعية لكن بالتخفيف، لأن الحديث يقول: الواجب على الامام تخفيف الصلوة، لكن يقول المحقق المحدث الشيخ محمد أنورشاه الكشميرى رحمه الله: أنّ التخفيف يتعلق بالقراءة، لا بالركوع والسجدة والقومة والجلسة، بل الركوع والسجدة والقومة والجلسة دائماً تكون مع الاطمينان، لأن القصة مشهورة أن معاذ بن جبل رضي الله عنه قرأ فى صلوة المغرب أو العشاء سورة البقرة وأطال الصلوة، فقال النبى ﷺ:أفتان أنت يا معاذ؟ ثم قال:اذا أم الامام فليخفف فان فى المقتدى الضعيفَ والمريض، وذكر سُوَراً من أوساط المفصل وقال اقرأها، وذكر القراءة فقط ولم يذكر الركوع والسجدة والقومة والجلسة، فالتخفيف يتعلق بالقراءة والقيام لابالركوع والسجدة والقومة والجلسة، وجاء الحديث عن البراء رضي الله عنه قال: كان ركوع النبى ﷺ وسجوده وبين السجدتين واذا رفع رأسه من الركوع ما خلا القيام والقعود قريباً من السواء، وذكر البخارى هذا الحديث ثلث مرات۔ (۱/۱۰۹،۱۱۰،۱۱۳)

فلهذا كتبت فى ذالك الكتاب أن للحنفى أيضا يجوز قراءة

الأدعية فى القومة والجلسة فى الصلوات المفروضة لكن مع التخفيف، ويقول فقهاؤنا مثل ابن عابدين الشامى فى رد المحتار ومنحة الخالق، وابن نجيم المصرى الصغيرُ فى النهرالفائق: اِنّ قراءة هذه الأدعية فى السنن والنوافل سنة لقولهم: مصلى النافلة ولو سنة يُسن له أن يأتى بالأدعية المأثورة نحو ملأ السموات والأرض ونحو اللّٰهم اغفر لى وارحمنى ـ (الشامى ۱/۳٦۰)

أنا ذكرت هذه العبارة فى كتابى المذكور، والناس عنه غافلون، نحن نرى المصلين العوام والخواص لايهتمون للاطمينان فى الصلوة حتى العلماء والمشايخ، هذا بلاء عظيم، مع أن المأمور به هو أداء الصلوات مع حقوقها۔

الخشوع والخضوع فى الصلوة

وكذالك الخشوع والتوجه الى الله مهم جداً، قال الله تعالى: قد أفلح المؤمنون الذين هم فى صلٰوتهم خاشعون، ويقول الامام الغزالىؒ اِن الخشوع والخضوع مستحب عند الفقهاء، نعم هكذا مذكور فى الأشباه والنظائر أيضا، ولكن هو يقول: عند الصوفية هما من روح الصلوة، فاننا اذا نصلى الصلوات مع الغفلة فهذه الصلوة تدعو علينا، مثلها كمثل الجسد بدون الروح، ليس فيها فائدة، فالصلوة الخالية عن الخشوع والخضوع هى فقط صورة الصلوة لا تفيد شيئا، فلهذا الفلاحُ

موقوفٌ على الخشوع والخضوع، وجاء فى الحديث: أول شىء يرفع من هذه الأمة الخشوعُ حتى لا ترى فيها خاشعا۔ (الطبرانى فى الكبير باسناد حسن : الترغيب ۲۰۴/۱ ح۷۸۰ ومجمع الزوائد ۱۳۶/۲)

والصلوة اذا أدّيت بغيرحقوقها تريد أن تصعد الى السماء ولكنها سوداء مظلمة، يقال للملائكة: رُدوها الى المصلى لأنها لا تستطيع أن تُرفع، ولُفّت كما يُلفُّ الثوبُ الخلِقُ، ثم ضُرب بها وجهُه، وتقول ضيعك الله كما ضيعتنى۔ (الترغيب ۲۲۰/۱ ورمز بِضعفِه)

أهمية التمسك بجميع الدين و نشره

علينا أن نقيم الصلوة ونؤدى الزكوة ونطيع الله ورسوله، الحمد لله الذى أنعمنا بهذه النعم: الايمان والعلم والعبادات والأخلاق والمعاشرة، لابد أن يكون كل شىء على وفق الشريعة، لأن الفضيلة لا نتحصل عليها الا اذا نعمل بهذا العلم، يقول الله تعالى: والله بما تعملون خبير، هذا التذييل للآية يشير الى العمل، جاء فى أقوال السلف: العلم يدعو الى العمل، لكن العالم اذا لم يعمل بعلمه يذهب، قال الامام أبويوسف القاضى،كما ذكرته فى كتاب كتبته فى أحواله: العلم لا يعطيك بعضَه حتى تعطيَه كلَّك، وخصوصاً اتباع السنة لازم لأهل العلم، قال الله تعالى:من يؤت الحكمة فقد أوتى خيراً كثيراً، ولكن الله تعالى يقول بعد ذلك: وما يذكّر الا أولوا الألباب، وكما روى البخارى عن معاوية رضی اللہ عنہ

عن النبی ﷺ:من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین، فالحمد للّٰہ، اللّٰہ تعالی أراد بنا الخیر، فعلینا أن نعتنی بھذا العلم ونعمل بہ۔

وآخر الشیء علینا أن ننوی بعد الفراغ والتخرّج من ھذا المعھد ان شاء اللّٰہ سننتشر فی العالم وننشر ھذا العلم فی العالم، جاء وفد عبد القیس الی النبی ﷺ فی المدینۃ المنورۃ، وقال: لا نستطیع أن نأتیک الا فی أشھر الحرم لأن بیننا وبینک کفار مضر حائل، فمرنا بأمر فصل نعمل بہ ونخبر بہ من وراءنا ونبلغ بہ من وراءنا وندخل بہ الجنۃ، ذکر الامام البخاری ھذا الحدیث عشر مرات (۱/۱۳، ۱۹، ۷۵، ۱۸۸، ۴۳۶، ۴۹۸، ۲/۶۲۷، و۹۱۲، ۱۰۹۷، ۱۱۲۸)

فلیس لنا مقصود الاّ رضاء اللّٰہ تعالی، أول العلم الانصات ثم الاستماع ثم الحفظ ثم العمل ثم النشر۔ (أنظرجامع بیان العلم وفضلہ ۱/ ۱۱۸: باب منازل العلم)،وفقنا اللّٰہ وأیاکم لکل خیر فی الدنیا والآخرۃ۔

الدعاء

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین، رضینا باللّٰہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ رسولاً ونبیاً،

شکر نعمتھاءِ تو چندانکہ نعمتھاءِ تو

عُذر تقصیراتِ ما چندانکہ تقصیرات ما

اللّٰهم وفّقنا لما تحبُّ وترضٰى واجعل آخرتَنا خيراً من الأولى، اللّٰهم اجعلنا من عبادِك الغُرِّ المُحَجَّلِين والوفدِ المُتقبَّلين، اللّٰهم استعملنا بسنّةِ سيّدنا محمّدٍ ﷺ وتوفّنا على ملّتِه واجعَلنا مِن حِزبِه وتحت لوائه يوم القيامة، وارزقنا شفاعتَه فى أول وهلة، وأدخلنا بها جنة الفردوس، اللّٰهم انا نسألك من خيرِ ما سألك نبيُّك منه سيّدُنا محمدٌ ﷺ ونعوذُ بك من شرِّ ما استعاذك منه سيّدُنا محمدٌ ﷺ وأنت المُستعان وعليك البلاغ ولا حولَ ولا قوةَ الا باللّٰه۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون

وسلٰم على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

بیان

مسجد مرغينان (خدایار مسجد)

(صاحب هدايه)

۴/ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ ۱/ دیسمبر ۲۰۱۹ء

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

روى عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه عن النبیﷺ وهذا الحديث مشهور بحديث الأولية: قال النبی ﷺ: الراحمون يرحمهم الرحمن (تبارك وتعالى)، اِرحَموا من فى الأرض يرحَمكم مَن فى السماء

كيف نرحم من فى الأرض؟ نأمرهم بالمعروف وننهاهم عن المنكر وندعوهم الى الخير، لأن الله سبحانه وتعالى يقول فى القرآن المجيد:

"والمؤمنون والمؤمنات بعضُهم أولياءُ بعض، يأمرون بالمعروف وينهَون عن المُنكر ويُقيمون الصلوة ويُؤتون الزكوةَ ويُطيعون الله ورسولَه، أولئك سيَرحَمُهم الله، انّ الله عزيز حكيم"۔(التوبة :۷۱)، اذا تأتى فينا الدعوة الى الله والأمر بالمعروف والنهى عن المنكر واقامة الصلوة وايتاء الزكوة واطاعة الله سبحانه وتعالى فالله سبحانه وتعالى يرحمنا۔

وقال النبی ﷺ انما الأعمال بالنيات...(الحديث)

ذكرالامام البخاری رحمه الله فى بداية صحيحه، وعقد:باب كيف

كان بدءالوحى الى رسول الله ﷺ وقول الله عز وجل: انا أوحينا اليك، ثم ذكر هذا الحديث بسنده الى عمر بن الخطاب رضي الله عنه۔

فنصحّح نيتَنا، ونريد فقط امتثالَ أوامر الله سبحانه وتعالى واتباعَ سنن نبيه ﷺ لمرضاة الله سبحانه وتعالى، ورد حديث فى صحيح البخارى عشر مرات: جاء وفد عبد قيس من البحرين الى المدينة، وقالوا: يارسول الله! انا لا نستطيع أن نأتيك الا فى شهر الحرام، بيننا وبينك هذا الحى من كفار مضر، فمُرنا بأمرٍ فصلٍ، نعمَل به ونأخذ به ونأمر به من وراءنا وندعو اليه من وراءنا، وندخل به الجنة، يعنى لا نريد شئيا آخر سوى مرضاة الله سبحانه وتعالى۔(وسبق تخريج الحديث قريباً)

قال الامام البخارى رحمه الله فى آخر صحيحه بسنده: حدثنا أحمد بن اشكاب قال حدثنا محمد بن فضيل عن عمارة بن القعقاع عن أبى زرعة عن أبى هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: كلمتان حبيبتان الى الرحمن، خفيفتان فى اللسان، ثقيلتان فى الميزان، سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم...

وقال النبى ﷺ: من قال سبحان الله وبحمده فى يوم مأة مرة حطت عنه خطايا ولو كانت مثل زبد البحر رواه البخارى ۹۴۸/۲ ومسلم ۳۴۴/۲.

ابوحفص کبیر رحمہ اللہ کے مزار کے سامنے
مذاکرات اور سوال وجواب

۶؍ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ ۳؍دسمبر ۲۰۱۹ء

دیکھئے یہ ابوحفص کبیر ہیں، کتنے زمانہ سے انکا نام سن رہے ہیں، ہدیۃ الدراری میں بھی ان کا نام آیا ہے، اللہ تعالی نے آج یہاں پہنچادیا، بخارا میں ان کی بڑی مقبولیت تھی، حدیث وفقہ دونوں کے امام تھے، اس زمانہ کے بہت سے فقہاء کے تذکرہ میں الزاھد بھی ملے گا، یہ حضرات زاہد بھی تھے، بہت سیدھی سادی زندگی گزارتے تھے۔

یہاں حکومت نے اچھی اچھی بلڈنگیں بنادی ہیں، ایسے ہی اردن میں بھی جہاں صحابۂ کرام وغیرہ کی قبریں ہیں وہاں اچھی اچھی بلڈنگیں بنادی گئی ہیں۔

قبور پر کئے جانے والے اعمال

امام بخاریؒ نے بخاری جلد ثانی (۹۳۹/۲ الدعوات) میں دونوں باب قائم کئے ہیں: دعاء استقبال قبلہ کے ساتھ اور دعاء استدبار قبلہ کے ساتھ، بتانے کیلئے کہ دونوں صحیح ہے، جمعہ کے دن بارش کی دعا کی، بارش ہوگئی، جمعہ میں خطیب استقبال قبلہ نہیں کرتا بلکہ استدبار قبلہ کرتا ہے، استقبال قبر میں بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ استقبال قبلہ میں بھی استقبال قبر ہوسکتا ہے، صرف مسجد

نبوی کے اندر قبر شریف کے سامنے امام مالک وغیرہ ائمہ نے ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے سے منع کیا، اور قبلہ کی طرف منہ کرنا واجب کہا، کیونکہ بعض جاہل لوگ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتے تھے، لیکن جس کا عقیدہ صحیح ہو کہ اللہ تعالی سے مانگے تو قبر کی طرف منہ ہو یا پیٹھ ہو کوئی حرج نہیں، عقیدہ صحیح ہونا چاہئے، ہمارے ہندوستان میں یہ عادت ہے کہ زیارت قبور کیلئے جاتے ہیں تب بھی اور دفن کے بعد دعا کرتے ہیں تب بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، بعض لوگ اسکو برا سمجھتے ہیں، مقالات اعظمی میں ایک خاص مقالہ ہے ص ۳۷ "قبرستان میں مردوں کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت"، اس میں استقبال قبلہ کی بات بھی ہے، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کی قبر پر تشریف لے گئے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی [۱] اس میں یہ نہیں ہے کہ قبر سامنے تھی یا پیچھے، صرف ایک دفعہ کے عمل سے وجوب نہیں ثابت ہوتا، دوسری روایت مسلم کی ہے ۱/ ۳۱۳ پر، اس میں استقبال کا تذکرہ نہیں، صرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر ہے، ہم نے بہت سی کتب فتاوی کے اندر دیکھا، اس کا جواز مذکور ہے، جہاں اس کا رواج نہیں اسکو بعض لوگ برا سمجھتے ہیں، ہمارے سامنے بھی بعض لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا تب ہم نے یہ مقالہ لکھا، فتاوی رحیمیہ، امداد الفتاوی، احسن الفتاوی وغیرہ بہت ساری کتابوں میں جواز کا فتوی

---

[۱] صحیح ابو عوانہ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ ذی البجادین کے دفن سے جب فارغ ہوئے تو ہاتھ اٹھاتے ہوئے قبلہ کا استقبال فرمایا، فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۴۴) دیکھئے مجموعہ مقالات اردو ص ۳۸

دیا ہے، ظاہر ہے عام حالتوں میں صاحب قبر سے کوئی نہیں مانگتا، جس کو ابھی دفن کیا ہے اس سے کون مانگتا ہے؟ سلفی لوگ بھی استقبال قبلہ کو واجب کہتے ہیں، البانی کی کتاب ہے: کتاب الجنائز وبدعها، اس میں انھوں نے اس کو واجب کہا ہے، لیکن کوئی دلیل نہیں پیش کر سکے، صرف وہی حدیث کہ آپ ﷺ نے استقبال قبلہ کر کے دعا مانگی ذکر کی، صرف ایک دفعہ کرنے سے وجوب کیسے ثابت ہوگا؟ وجوب کی دلیل چاہئے۔

آدمی جو بھی چاہے پڑھے اور تمام مرحومین کیلئے ایصال ثواب کر لے، اور دعاء کر لے، اور اصل چیز دعاء ہی ہے، اس سے تمام مرحومین کو فائدہ کی امید ہے، جنازہ کی دعاء بھی دعاء ہی ہے، اُس مردہ کیلئے بھی ہے اور تمام مردوں کیلئے بھی، بلکہ تمام زندوں کیلئے بھی۔

سوال: قبر کے سامنے کیا دعا پڑھنی چاہئے؟

عرض: ایک تو مشہور دعا آئی ہے: اللّٰهم اغفر لحينا وميتنا...الخ، یہ دعا صحیحین میں نہیں آئی ہے، لیکن مسلم میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے ایک صحابی کی قبر پر یہ دعا پڑھی ہے: اللّٰهم اغفرله وارحَمه وعافِه واعفُ عنه وأكرِم نُزُله ووسّعْ مدخلَه وأدخِله الجنةَ وأعِذه مِن عذابِ القبر، اللّٰهم أبدِله داراً خيراً من داره وأهلاً خيراً من أهلِه۔ (مسلم ۳۱۱/۱)

تو بعض علماء دونوں کو جمع کرنے کے قائل ہیں، جیسے وتر کی مشہور دعاء: اللّٰهم انا نستعينك...الخ اور اللّٰهم اهدنا فى من هديت ...الخ،

دونوں کو جمع کرنا بھی بہت سے علماء نے لکھا ہے، شامی میں بھی لکھا ہے۔

سوال: سورہ بقرہ وغیرہ پڑھنے کا کیا حکم ہے اور ترتیب کیا ہے؟

عرض: دفن کے بعد سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور پاؤں کی طرف آمن الرسول پڑھنا معتبر و ثابت ہے، ابھی پاکستان کے ایک عالم نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، تخصص کیا ہے، یہ صحیح عمل ہے، مرفوعاً بھی ثابت ہے اور موقوفاً بھی ثابت ہے، اس کے علاوہ کسی خاص چیز کا پڑھنا ثابت نہیں، جیسے بعض روایتوں میں گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص کا پڑھنا اور ایصال ثواب کرنا آیا ہے، لیکن یہ حدیث معتبر نہیں۔

البتہ یہ تفصیل نہیں آئی ہے کہ سرًا پڑھیں یا جہراً، گجرات میں یہ رواج ہے کہ جہرا پڑھتے ہیں، اسی طرح ابوداود (۲/۱۰۳ : باب الاستغفار عند القبر للميت في وقت الانصراف) میں حدیث آئی ہے: دفن کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واستغفروا لأخيكم وسَلُو له بالتثبيت فانه الآن يُسأل، اور عام میت کیلئے بھی دعا آئی ہے: أخلصوا له الدعاء۔ (أبو داود ۲/۱۰۰ : باب الدعاء للميت)، لیکن اس سے مراد نماز جنازہ میں دعاء ہے، لیکن بریلوی لوگ جنازہ اٹھانے کے بعد دعاء کیلئے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، ایک پڑھتا ہے اور دوسرے لوگ آمین کہتے ہیں۔

سوال: ساؤتھ افریقہ میں بعض لوگ قبر کے پاس بہت ساری دعائیں پڑھتے ہیں، پوری منزل پڑھتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

عرض: یہ سب رواج ہے، گجرات سے آئی ہے، جیسے بعض ائمہ فجر کی نماز کے بعد قرآن میں جتنی دعائیں آئی ہیں سب پڑھتے ہیں، بعض لوگ یہاں ساؤتھ افریقہ میں بھی لائے ہیں، حالانکہ اجتماعی دعا مختصر کرنی چاہئے، لوگ اکتا جاتے ہیں۔

سوال: جنازہ اٹھانے کے وقت کیا پڑھنا چاہئے؟

عرض: بسم اللہ وعلی ملة رسول الله، کتابوں میں یہی لکھا ہے، باقی بہت سے لوگ أشهد أن لا اله الله پڑھتے ہیں، اگر سنت سمجھ کر پڑھیں گے تو بدعت ہوگا، بغیر سنیت کے اعتقاد کے پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔

یورو پاک ہوٹل استنبول میں

امت کے انحطاط کے اسباب

تاریخ سے سبق ملتا ہے کہ انحطاط کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں دعوت کا عمل چھوٹا، یہی حال اسپین کا بھی ہے، آٹھ سو سال مسلمانوں کی وہاں حکومت رہی، بہت بڑے بڑے علماء وہاں پیدا ہوئے: ابن عبد البر مالکیؒ، تفسیر قرطبی والے امام قرطبیؒ، لیکن آج مسجد ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی، اپنی طرف سے بھی اور گزشتہ مسلمانوں کی طرف سے بھی استغفار اور توبہ کریں، کہ ہم نے بہت بڑی غلطی کی، جہاد کو بھی چھوڑا اور تبلیغ کو بھی چھوڑا، اس کا یہ نتیجہ ہے، اور قرآن کی آیات ہمیں یاد دلا رہی ہیں: ولا تهِنوا ولا تحزَنوا۔ (آل عمران ۱۳۹) آپس میں اختلاف ہوا، امیر کی مخالفت ہوئی، چند لوگوں سے ہوئی سب سے نہیں ہوئی، یہ ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ہوئی، لیکن اللہ تعالی خطاب سب سے کرتے ہیں، جیسے کہتے ہیں کلاس کا ایک طالب علم پورے کلاس کو بدنام کرتا ہے، کسی ملک کا ایک آدمی پورے ملک کو بدنام کرتا ہے، موریشش والے ایسا کرتے ہیں، ساؤتھ افریقہ والے ایسا کرتے ہیں، انگلینڈ والے ایسا کرتے ہیں، طلبہ ایسا کرتے ہیں، یہاں پر بھی سب سے نہیں بلکہ بعضوں سے غلطی ہوئی

اور وہ بھی اجتہادی غلطی، صراحۃً وقصداً معصیت نہیں کی، مگر پھر بھی اللہ تعالی سب کو خطاب کر رہے ہیں، خود بھی سبق لینے کی ضرورت ہے اور دوسروں کو بھی سنانے کی ضرورت ہے، چند لوگوں کی غلطی کی وجہ سے سب کو خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے، فلسطین میں اور غزہ وغیرہ میں لوگ کتنے ظلم وستم کا شکار ہیں، اس کی وجہ پہلے لوگوں کی بھول ہے، اسلئے ہم لوگوں کو ہر وقت بیدار رہنا چاہئے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے ہیں، ثم جعلنٰکم خلائف فی الأرض من بعدهم لننظر کیف تعملون۔ (یونس: ۱۴)

برما میں مولانا علی میاںؒ نے یہی آیت پڑھی اور یہیں سے بیان شروع کیا، دیکھئے آج برما کا کیا حال ہے؟ ظلم وستم کی انتہاء ہوگئی، اسلئے امت میں اجتماعیت چاہئے، اور مل جل کر لوگوں کو غلط کام سے روکتے رہنا چاہئے، ورنہ سب پکڑے جائیں گے، عام عذاب آئے گا تو اس میں نیک وصالح لوگ بھی پسیں گے، بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے: أنهلكُ وفينا الصالحون، جمع کا صیغہ ہے، ملا علی قاریؒ وغیرہ تو کہتے ہیں کہ ایک بھی اللہ کا ولی رہے گا تو قوم کی حفاظت ہوگی، لیکن یہاں تو جمع کا صیغہ ہے، نعم اذا کثر الخبث۔ (بخاری ۱/۴۷۲، ۵۰۸، ۲/۱۰۴۶، ۱۰۵۶)، آج خباثت میں کیا کمی ہے، صرف کثرت نہیں ہے بلکہ اکثر ہے اسم تفضیل، اللہ تعالی نے اہل کتاب کو ڈانتے ہوئے فرمایا: وكثير منهم فاسقون، مسلم کے آخر (۲/۴۲۱) میں حدیث ہے، حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو مسلمان ہوئے چار سال بھی نہیں گزرے تھے کہ آیت نازل ہوگئی: ألم يأن للذين آمنوا أن

تخشع قلوبھم لذکراللہ (الحدید:۱۶)، آج کل کثیر سے زیادہ اکثر ہوگیا، مسلمانوں کا حال اہل کتاب سے بھی زیادہ برا ہوگیا۔

ترکی کے حالات

یہ ترکی ایسا ملک ہے جہاں بڑے علماء وفقہاء ہوئے ہیں، کتابوں میں جن رومی فقہاء کا ذکر ہے وہ سب یہیں ترکی کے تھے، کسی زمانہ میں یہاں اہل روم کی حکومت تھی، اسلئے اس کو روم کہتے تھے، یہاں ہم نے ایک کتب خانہ دیکھا تھا، اس کا نام تھا کوپریلی، اور عربی میں کوبریلی (باء کے ساتھ)، ایک عورت لائبرین تھی، بڑا کتب خانہ تھا، اس میں بڑی نادر کتابیں تھیں، معلوم نہیں ابھی ہے کہ نہیں، یہاں ہم بہت سال پہلے غالباً ستمبر(۱۹۹۲ء) کی چھٹی میں دو ہفتے کیلئے جماعت میں آئے تھے تب بھی دیکھا تھا، یہاں جماعت کا کام ماشاء اللہ ہورہا ہے، لیکن یہاں کی آبادی کے لحاظ سے بہت کم ہے، یہاں بہت بڑا مرکز بھی ہے مسجد سلامہ، ایک مرتبہ کانفرنس میں آئے تھے تو کہیں اور تو نہیں گئے، لیکن مرکز دیکھنے گئے تھے، اتنا بڑا مرکز ہے کہ پرانوں کا جوڑ اسی میں ہوجاتا ہے، باہر خیمہ لگانے کی بھی ضرورت نہیں، لیکن استنبول میں کئی ہزار مسجدیں ہونگیں، صحیح پتہ نہیں، لیکن شاید صرف دو تین سو مسجدوں میں کام ہوتا ہے، صرف چند تاریخی مسجدیں ہیں جن کو دیکھنے کیلئے لوگ آتے ہیں، اکثر مسجدیں تو ویران ہیں، صرف جمعہ میں کچھ لوگ آتے ہیں، اور یہاں نماز ایسی پڑھتے ہیں کہ چار منٹ میں چار رکعات، اس کے بعد وظیفہ بہت لمبا چوڑا، امام

صاحب مسجد آتے ہیں تو جبہ پہن لیتے ہیں، عمامہ باندھ لیتے ہیں اور مصنوعی داڑھی لگا لیتے ہیں، وہیں مسجد میں رکھے رہتے ہیں، اور جب مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو پتہ نہیں چلتا کہ یہی امام صاحب ہیں، اور ہم نے دیکھا کہ اقامت کہتے ہیں مسجد کے بالکل پیچھے سے، جمعہ کے دن قراءت ہوتی ہے، کوئی قاری صاحب قراءت کرتے ہیں اور اچھی کرتے ہیں۔

ترکی میں دینی خدمات

یہاں سے بڑے بڑے دینی کام ہوئے ہیں، بخاری کا ایک نسخہ ہمارے پاس ہے، اس کا نام ہے امیریہ، کئی علماء نے ملکر اس کو محقق کیا ہے، پھر امیر سلطان کی طرف سے شائع ہوا، بہترین نسخہ ہے، شیخ زہیر نے اس پر کام کیا ہے اور چھپا ہے دار طوق النجاۃ مصر سے، یہ ماخوذ ہے یونینیہ سے، شیخ یونینی نے اسکو مرتب کیا تھا، یہ صحیح ترین نسخہ ہے، بہت سے علماء نے ملکر مرتب کیا جس میں الفیہ ابن مالک کے مصنف ابن مالک بھی شریک تھے، یہ نحو کی کتاب ہے، جس کی مشہور شرح ہے شرح ابن عقیل، ہم نے اسکو ڈابھیل میں پڑھایا تھا، اسی طرح مسلم کا بھی بہترین نسخہ ہے، وہ بھی امیریہ کا ہے، اس کو کسی اور بادشاہ نے شائع کیا ہے، بڑے اچھے بادشاہ گزرے ہیں، تہجد گزار، سلطان فاتح کی تاریخ تو عجیب وغریب ہے، ان کی بھی قبر ہے، لوگ اس کی زیارت کیلئے جاتے ہیں۔

مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ جو ہندوستان میں عیسائیوں سے مناظرہ

کرتے تھے، اتنے ماہر تھے کہ بائبل کی آیتیں نمبر کے حوالوں کے ساتھ زبانی یاد ہوتی تھیں، ان کے حوالے دیکر عیسائیوں سے مناظرے کرتے تھے، ان کو بھی یہاں بلا گیا تھا، ہندوستان میں ایک پادری فنڈر برطانیہ سے آیا تھا اور لوگوں کو اردو میں بیان دے کر گمراہ کر رہا تھا، وہ اس سے مناظرہ کرتے کرتے بہت مشہور ہو گئے تھے، اور اس کے جواب میں ایک کتاب بھی لکھی: اظہار الحق، جس کا اردو میں ترجمہ بھی مفتی تقی عثمانی نے کیا: بائبل سے قرآن تک، اس کا مقدمہ بھی لکھا ہے: عیسائیت کیا ہے؟ انگریزی میں بھی ہے اردو میں بھی ہے، انھوں نے ہی مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ قائم کیا، جو ابھی تک ہے، مسجد حرام کی توسیع کی وجہ سے جگہ بدل گئی ہے، مگر ہے، کسی زمانہ میں اس میں بہت سے حجاج اور علماء کرام مفت میں ٹھہرتے تھے، میں بھی گیا ہوں، بعد میں ان کے خاندان کے لوگ اس کو چلا رہے تھے، اب بھی چل رہا ہے، فرق یہ ہے کہ اس وقت سعودیہ کا نظام تعلیم زیادہ رائج ہے سعودی کے قانون کی وجہ سے، انھوں نے ترکی میں بیٹھ کر یہ کتاب اظہار الحق لکھی تھی، فنڈر نے کتاب لکھی تھی میزان الحق اور حوالہ بہت دیتا تھا اسلئے اس کی گمراہی میں لوگ آجاتے تھے، اس کے جواب میں یہ اظہار الحق لکھی تھی، جس نے اس کا منہ بند کر دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

درس مثنوی شریف در مسجد مولانا رومی

زآبِ دیدہ بندۂ بے دیدرا　　　سبزۂ بخش ونباتے زیں چرا

مولانا رومیؒ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ میری آنکھوں کے آنسوؤں سے (یعنی توبہ کے آنسو سے) مجھ کورِ باطن (یعنی آنکھ کے اندھے کو) کو نور بصیرت عطا کر دیجئے یعنی آپ کے خوف اور ڈر سے، رونے کی برکت سے، اور ان آنسوؤں سے میری قلب کو سیراب کر کے سرسبز و شاداب کر دیجئے۔

ورنماند آب آبم دہ زعین　　　ہم چوں عینین نبی ھطالتین

ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جو مناجات مقبول میں بھی آتی ہے، فرمایا: اگر ہمارے آنسو خشک ہو گئے تو ہماری آنکھوں کو رونے کیلئے آنسو عطا فرما دیجئے۔

ورنہ ماند آب: اگر پانی نہ رہے، ختم ہو جائے، آبم دہ زعین: ہماری آنکھوں میں پانی دیجئے، جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو آپ نے ھطالتین بنایا تھا،

یعنی رونے والی اور آنسو بہانے والی، ایسے ہی ہماری آنکھوں کو بھی هطالتين بنا دیجئے، کیونکہ آپکے خوف اور ندامت سے نکلے ہوئے آنسو اتنے قیمتی ہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ یہ قلب کو شفا دینے والے ہیں، دعاء میں آیا ہے: تشفيان القلب بذروف الدمع، اور بعض نسخوں میں تسقيان ہے، اور خشیہ الہی سے نکلے ہوئے آنس کا ایک قطرہ خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر کیوں نہ ہو دوزخ کی آگ کو حرام کر دینے کا ذریعہ ہے، حدیث ہے ما من عبد يخرج من عينيه دموع وان كان مثل رأس الذباب من خشية الله تعالى ثم يصيب شيئا من حَرّ وجهه الا حرّمه الله على النار۔ (ابن ماجہ ۳۰۹)، یعنی کسی بندہ مؤمن کے آنکھوں سے اگر ایک آنسو بھی اللہ کی خشیت سے نکل آئے خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر کیوں نہ ہو اور وہ بندہ کے چہرہ پر لگ جائے تو اللہ تعالی اسکو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیتے ہیں، اپنی خطاؤوں پر ندامت کے آنسو نجات کا ذریعہ ہیں۔

عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ قال: لقيت رسول الله ﷺ فقلت ما النجاة؟ قال: أَملِك عليك لسانَك، ولِيَسَعْك بيتُك، وابكِ على خطيئتك۔ (جامع الترمذی ۶۶/۲)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو، ضرورت سے زیادہ مت بولو، اور وَلْيسعك بيتك: اور تمہارا گھر کشادہ رہنا چاہئے، اللہ تعالی آپ کے گھر کو وسیع بنائیں، بیکار باہر

پھرتے مت رہو، ضرورت نہ ہوتو گھر میں رہو، اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو، ندامت سے رونے والے گنہگاروں کی آواز اللہ تعالی کو تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے، روح المعانی میں ہے (پ ۳۰: القدر): لأنينُ المُذنِبين أحبُّ اليّ من زَجَل المُسبِّحين، رونے والوں کا گریہ وندامت اللہ کو زیادہ محبوب ہے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے ۔

اے جلیل! اشک گنہگار کے اک قطرہ کو ہے فضیلت تیری تسبیح کے سودانوں پر

تنہائی میں اللہ کیلئے نکلے ہوئے آنسوؤں پر قیامت کے دن سایۂ عرش الٰہی کی بشارت ہے، جن سات آدمیوں کو عرش الٰہی کا سایہ قیامت کے دن ملے گا، ان میں رجل ذكر الله خالياً ففاضت عيناه۔ (بخاری ۱/۹۱ و ۱۹۱) جو آدمی اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

اور دوسری حدیث میں ہے: اللہ کو دو محبوب قطروں میں سے ایک قطرہ آنسو کا قطرہ ہے جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا وہ قطرۂ خون ہے جو اللہ کے راستے میں گرا ہو، ان دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ اللہ کو محبوب نہیں، ليس شيء أحب الى الله من قطرتين أو قال أثرين: قطرة دموع من خشية الله وقطرة دم تهراق في سبيل الله۔ (مشکوۃ: کتاب الجهاد ۲/۳۳۳، ترمذی ۱/۲۹۶ وقال حسن غريب)

کہ برابری کند شاہ مجید اشک را در وزن با خون شہید

اللہ تعالی اپنی محبت وخوف سے نکلے ہوئے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون

کے برابر وزن کرتے ہیں، دونوں کا وزن اللہ کے یہاں برابر ہے: اللہ کے خوف کی وجہ سے آنکھ سے نکلا ہوا قطرہ، اور اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے کے خون کا قطرہ۔

پھر حضرت فرماتے ہیں کہ احقر کا بھی شعر ہے ؎

قطرۂ اَشک ندامت در سجود ہمسری خونِ شہادت می نمود

بہترین فارسی ہے، اشک ندامت کا ایک قطرہ جو سجدہ کی حالت میں آنکھوں سے گرایا جائے وہ خون شہادت کی برابری کرتا ہے۔

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے آں زمین باشد حریم آں شہے

جب کوئی آنسو کا قطرہ عاشق کی آنکھوں سے سجدہ کی حالت میں زمین پر گرتا ہے تو وہ زمین اللہ تعالیٰ کے یہاں حریم یعنی حرم بن جاتی ہے۔

تو مولانا رومیؒ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ! اگر ہماری آنکھیں خشک ہوگئیں ہیں، تو رونے کیلئے آنسو عطا فرمایئے، جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعا میں عینین ھطالتین مانگا تھا، اللّٰھم ارزقنی عینین ھطالتین تشفیان القلب بذروف الدموع من خشیتك قبل أن تکون الدموع دما والأضراس جمرا۔ (جامع صغیر ۱/ ۵۹)، اے اللہ! مجھے ایسی رونے والی آنکھیں دیجئے جو دل کو شفا دیدیں یا سیراب کردیں ان آنسوؤں سے جو آپ کے خوف کی وجہ سے نکلے، قبل اس کے کہ قیامت کا دن آئے جبکہ آنسو خون بن جائیں گے اور منہ کے اندر ڈارھیں (دانتوں کی جڑ) انگارے بنا جائیں گے۔

غیم ھاطل کے معنی ہوتے ہیں موسلا دھار بارش، تو ھطالتین کا مطلب ہے: ایسی آنکھیں جو بہت زیادہ آنسو بہانے والی ہوں ۔

اب میں ہوں تیری یاد ہے اور دیدۂ تر

یعنی میں تنہائی میں بیٹھا ہوں آپ کی یاد میں اور میری آنکھیں آنسو سے تر ہیں۔

اے دریغا اشک من دریا بودے تا نثار دلبر زیبا شدے

ہائے افسوس! اے کاش! میرے آنسو دریا ہوتے، دریا میں جتنے پانی ہوتے ہیں میری آنکھوں میں اتنے آنسو آجائیں تاکہ میں آنسو کے دریا محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ پر قربان کروں۔

اور ایک دوسرے شعر میں فرماتے ہیں۔

ہر کجا بینی تو خوں بر خاکہا پس یقیں می داں کہ آں از چشم ما

زمین پر جہاں کہیں گرا ہوا خون (آنسو) دیکھو تو یقین کر لینا کہ وہ ہماری ہی آنکھ سے بہا ہوا آنسو ہے، آہ کیا تمنا ہے: روئے زمین کا ہر ذرہ میرے آنسوؤں سے تر ہو جائے۔

مولانا رومی ایک دوسری جگہ مثنوی میں فرماتے ہیں:

کہ جو آنکھیں غیر اللہ کیلئے روتی ہیں وہ آنکھیں اس قابل ہیں کہ ان کو نکال کر پھینک دیا جائے، مراد یہ نہیں ہے کہ واقعی نکال کر پھینک دی جائیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ ایسی آنکھیں بیکار ہیں، ایک عربی شاعر نے کہا ہے کہ اے اللہ! جو آنکھیں آپ کیلئے بیدار نہ ہوں اور آپ کے غیر کیلئے بیدار ہوں وہ آنکھیں اور

انکی بیداری سب بیکار اور تضییع اوقات ہیں، اور جو آنسو آپ کی جدائی کے بجائے مرنے والوں پر بہہ رہے ہوں وہ باطل ہیں۔

قبل أن تكون الدموع دماً والأضراس جمراً: میں اشارہ ہے کہ گنہگار لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو وہاں پہلے تو آنکھ کے آنسو روئیں گے، جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون کے آنسو روئیں گے اور اتنا خون بہائیں گے کہ اس میں کشتی چلنے لگے گی، لیکن جہنم میں رونے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، پس مبارک وہ آنسو ہیں جو اسی دنیا میں اللہ کیلئے بہہ جائیں تاکہ اللہ کے پیار کا اور عذاب سے بچنے کا ذریعہ بنیں۔

ایک دوسرے شعر میں مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

اے خوشا چشمے کہ آں گریان اوست   اے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست

یہ بہت مشہور شعر ہے: مبارک ہے وہ آنکھیں جو اس دنیا میں اللہ کیلئے رو رہی ہوں اور مبارک ہے وہ دل جو اللہ کی محبت میں جل رہے ہوں، بھن رہے ہوں، تڑپ رہے ہوں۔

حضرت حکیم صاحبؒ لکھتے ہیں کہ احقر جب معارف مثنوی لکھ رہا تھا یہ خاص شرح اللہ تعالی نے اپنے کرم سے عطا فرمائی، والحمد لله رب العالمين، وہ یہ ہے:

قبل أن تكون الدموع دماً و الأضراس جمرًا میں قبل ظرف ہے، اور ہر ظرف مظروف کیلئے بمنزلۂ قید کے ہوتا ہے، اور قید بمنزلۂ صفت کے ہوتی ہے، پس یہ نحوی صفت تو نہیں ہے لیکن معنوی صفت ہے، اسلئے اس کو عینین کی

صفت ثالثہ قرار دیا جائیگا۔

منگر اندر زشتی و مکروہ ایم   کہ از پر زہرے چوں مار کوہ ایم

اے خدا! میری زشت خوئی، نالائقی اور اخلاق رذیلہ پر نظر نہ فرمایئے، اسلئے کہ پہاڑی سانپ کی طرح میرے اندر معصیت کے شدید تقاضے موجود ہیں جو زہریلے مادے سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، اے اللہ! اگر آپ کا فضل شامل حال نہ ہو تو میرا نفس کوئی گناہ نہ چھوڑے، بس اے اللہ! میرے رذائل باطنیہ پر آپ نظر عفو و درگزر ڈال دیجئے، نظر قہر و انتقام نہ ڈالئے، اسلئے کہ ہمارے اندر خرابیاں اتنی ہیں جیسے پہاڑ کے سانپ میں زہر بھرے ہوتے ہیں۔

اے کہ من زشت و خصالم نیز زشت   چوں شوم گل چوں مرا او خار کشت

اے خدا! میں اپنے نفس امارہ بالسوء کے سبب نہایت بدخصلت اور اپنی ذات ہی سے برا ہوں، اسی مضمون کا ایک اردو شعر ہے ؎

میں بدی میں آپ ہوں اپنی مثال   بدعمل، بدفہم، بدخو، بدخصال

پس میں پھول کیسے ہو سکتا ہوں جبکہ میں اپنی ذات کے اعتبار سے کانٹا ہوں۔

آں خارمی گریست کہ اے عیب پوش خلق   شد مستجاب دعوت و گل زار شد

اے مخلوق کے عیب چھپانے والے! میرے عیب کو کون چھپائے گا، کیونکہ آپ نے مجھے کانٹا بنایا ہے، اللہ تعالی نے اسکی فریاد سن لی اور اس کے اوپر پھول پیدا کردئے، اسلئے بہت سے پھول ایسے ہوتے ہیں جو کانٹوں کے دامن میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں، جب ان کو توڑنے جاتے ہیں تو کانٹے ہاتھ میں چبھ جاتے

ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس کانٹے کی فریاد سن لی اور اسکے اوپر پھول پیدا کردیئے
جس کے دامن میں اس کانٹے نے اپنا منہ چھپا لیا، اور وہ کانٹا پھول بن گیا،
دیکھئے کیسی مثال ہے، اب مالی بھی اس کو باغ سے نہیں نکال سکتا، جو کانٹے
پھولوں کے دامن ہی میں ہیں مالی ان کو گلستان سے نہیں نکالتا، جو خالص کانٹے
ہوتے ہیں ان کو باغ سے باہر کردیا جاتا ہے، پس اگر تم خار ہو تو اللہ والوں کے
دامن میں اپنا منہ چھپالو، ان کا دامن پھول کی طرح ہے، تم اللہ کے قرب کے
باغ سے نہیں نکالے جاؤ گے، دنیا کے کانٹے تو پھولوں کے دامن میں چھپ کر
کانٹے ہی رہتے ہیں، لیکن (اگر تم کانٹے ہو تو) اللہ والوں کی صحبت میں وہ
کرامت ہے کہ تمہاری خاریت خلعت گل سے تبدیل ہوجائیگی، اب تم خار
باقی نہیں رہو گے بلکہ گل بن جاؤ گے یعنی اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے
تم بھی اللہ والے بن جاؤ گے، دیکھئے کیسا مضمون ہے، یہ ہے: کونوا مع
الصادقین، دھیرے دھیرے بری عادتیں نکل جاتی ہیں۔

اللہ والوں کی صحبت کانٹوں کو پھول بنادیتی ہے، یعنی کافر کو مؤمن
بنادیتی ہے اور فاسق کو ولی بنادیتی ہے، احقر نے اپنے حضرت والا ہردوئی
دامت برکاتہم (اب رحمۃ اللہ علیہ) کی شان میں یہ شعر عرض کئے ؎

ہمیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
مگر خاروں کا پردہ دامن گل سے نہیں بہتر
چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گل تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

نور بہار حسن گل دہ خار را　　　زینت طاؤس دہ ایں مار را

اے محبوب حقیقی! اس کانٹے کو پھول جیسا حسن عطا فرما دیجئے، اس سانپ کو طاؤس (مور) جیسی زینت دیدیجئے، یعنی میرے اخلاق رذیلہ کو اخلاق حسنہ سے تبدیل فرما دیجئے کیونکہ آپ کا فضل تبدیل ماہیت پر قادر ہے۔

درکمال زشتیم من منتہی　　　لطف تو در فضل و در فن منتہی

یا اللہ! میں بدخوئی میں، بداخلاقی میں، برائی میں، نالائقی میں، اور کمینہ پن میں آخری سرحد کو پار کر چکا ہوں، یعنی انتہاء کو پہنچ چکا ہوں، میں انتہائی درجہ کا نا لائق ہوں، منتہی فی الرذائل ہوں، منتہی فی السوء ہوں، بدی میں اپنی مثال آپ ہوں، مجھ جیسا کوئی برا نہیں، لیکن آپ کا لطف و کرم، عفو و درگزر اور مہربانی اور فضل میں آپ جیسا کوئی کمال رکھنے والا نہیں، ایک طرف میں برائی میں انتہاء سے آگے نکلا ہوا ہوں تو دوسری طرف آپ لطف و کرم میں بے انتہاء ہیں، کیونکہ آپ کی ذات غیر متناہی ہے، لہٰذا آپ کی ہر صفت بھی غیر متناہی و لامحدود ہے۔

لہذا میری دعا ہے ؎

حاجت ایں منتہی زاں منتہی　　　تو برآر اے غیرت سرو سہی

اسلئے میرے نفس منتہی فی السوء کی حاجت کو (یعنی تزکیہ کو) اے اللہ! تو بے پایاں اور غیر متناہی کرم سے پورا کر دیجئے، آپ غیرت سرو سہی ہیں اور وہ سرو سہی تناسب قد و قامت اور حسن و دلکشی میں ضرب المثل ہے، سرو ایک لمبا سیدھا درخت ہوتا ہے، بس اخلاق رذیلہ سے بدہیئت اور بدشکل نفس امارہ کو اخلاق حمیدہ سے آراستہ کر کے رشک سرو سہی بنا دیجئے۔

دست گیرم در چنیں بیچارگی شاد گردانم دریں غم خوارگی

اے اللہ ایسی سخت بیکسی اور بیچارگی میں میں اپنے نفس کے تقاضوں سے پریشان ہوں، آپ میری مدد فرمائیے اور آپ کی نافرمانی سے بچنے کا جو غم اٹھا رہا ہوں اپنی حلاوت قرب سے میری غم خواری فرما کر میرے دلِ غم زدہ کو شاد و مسرور کر دیجئے۔

یہ حضرت کا درس تھا جو حضرتؒ نے کراچی میں دیا تھا، اللہ تعالیٰ اس دعا کو ہم سب کے حق میں قبول فرمائے۔ (فغانِ رومی ص ۳۴۱ تا ۳۵۲)

ذکر

تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر مولانا رومی اور تمام مرحومین کو ایصال ثواب کرلیں۔

دوران ذکر ذیل کے اشعار پڑھے گئے:

سوا تیرے کوئی سہارا نہیں سوا تیرے کوئی ہمارا نہیں

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں، کوئی نہ مجھ کو یاد رہے

تجھ پر سب گھر بار لٹادوں، خانۂ دل آباد رہے

اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے اللہ

لا الٰہ الا اللّٰہ لا الٰہ الا اللّٰہ

دل کی گہرائی سے تیرا نام جب لیتا ہوں میں

چومتی ہے میرے قدموں کو بہارِ کائنات

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

نامِ او چو برزبانم می رود هر بنِ موا زعسل جوئے شود

اللہ اللہ ایں چہ شیرین ست نام شیر وشکر می شود جانم تمام

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن گر بدم من سرِ من پیدا مکن

دل میرا ہو جائے اک میدانِ ہو توہی تو ہو توہی تو ہو توہی تو

غیر سے بالکل ہی ہٹ جائے نظر توہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

میرے تن میں بجائے آب و گل درد ِدل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کے مختصر حالات

ولادت و تعلیم: ولادت ۱۴/صفر ۱۳۶۶ھ ۷/جنوری ۱۹۴۷ء کو مئوناتھ بھنجن یوپی میں ہوئی، تعلیم از ابتداء تا آخر مئو ہی میں حاصل کی، ۱۳۸۶ھ میں مفتاح العلوم میں فراغت پاکر مختلف فنون کی کتابیں مزید پڑھیں، محدثِ کبیر علامہ حبیب الرحمن اعظمیؒ کے زیرِ نگرانی کتبِ فتاوی کا مطالعہ کیا اور فتاوی نویسی کی مشق کی، نیز قراءاتِ سبعہ عشرہ دارالعلوم مئو میں قاری مصطفی صاحبؒ اور قاری ریاست علی صاحبؒ سے پڑھیں، اساتذہ میں محدثِ اعظمیؒ، حضرت مولانا عبداللطیف نعمانیؒ، حضرت مولانا عبدالجبار اعظمیؒ اور آپکے والدِ محترم قاری حفیظ الرحمنؒ معروف ہیں، آپکے استاذ حضرت مولانا عبدالرشید حسینیؒ نے اپنی ذاتی کتاب "تحفۃ الاحوذی" جسمیں وہ درس دیا کرتے تھے آپکو ہدیہ عنایت فرمادی۔

خدمات: تین چار سال کے بعد مظہر العلوم بنارس تشریف لے گئے اور ترمذی، مشکوۃ وغیرہ مختلف کتابوں کی تدریس اور فتاوی نویسی کی خدمات انجام دیں، چار سال کے بعد ۱۳۹۴ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لائے اور یہاں بھی اکثر درسیات طحاوی، نسائی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مشکوۃ، جلالین، ہدایہ، متنبی، شرح جامی، ابنِ عقیل وغیرہ زیرِ درس رہیں، قراءت سبعہ عشرہ بھی پڑھائی، اور علمِ قراءت اور قراء کے تذکرہ پر مشتمل ایک مقدمہ بھی لکھوایا اور تاریخِ جامعہ بھی مرتب فرمائی جو ہند و پاک سے طبع ہوئی۔

۱۴۰۶ھ میں آزادول جنوبی افریقہ تشریف لائے، یہاں بھی بخاری، ترمذی، مشکوۃ، الاشباہ والنظائر وغیرہ کتابیں پڑھائیں مسلم، ابوداود اور ابن ماجہ، مقدمہ ابن الصلاح اور مسلسلات وغیرہ کئی کتابیں خارج میں بھی پڑھائیں۔

دیگر خدمات: دارالعلوم نعمانیہ چیٹس وتھ ناٹال جس کی ابتداء ۲۰۰۱ء میں ۵ طلبہ سے ہوئی، اور

آپ کی امارت وسرپرستی میں ترقی کرتے ہوئے فی الحال تقریباڈیڑھ سو(۱۵۰) طلبہ کوتعلیم تربیت دے رہاہے، حفظ کی تعلیم پورے وقت اوراسکول جانے والے طلبہ کیلئے اورعربی کی تعلیم صحاح ستہ تک ہوتی ہے اوردعوہ اورقراءت کا شعبہ بھی ہے اوراسکے ماتحت دوسری جگہوں پر دوسرے ادارے بھی کام کررہے ہیں، نیز مدرسہ رحمانیہ لوڈیم بھی آپ کی سرپرستی میں مختلف خدمات انجام دے رہاہے، نیز آپنے ۲۰۰۲ء میں مدرسہ دعوۃ الحق کی آزادول میں بنیادڈالی، جس میں فی الحال ۱۶۰ طلبہ و طالبات دینی ودنیوی تعلیم حاصل کررہے ہیں، ان میں بہت سے یتیم بچے بھی ہیں اورایسے بچے بھی ہیں جنکے والدین یاان میں سے کوئی ایک غیرمسلم ہیں، ان کی رہائش اورتعلیم وتربیت اورخوراک و پوشاک وغیرہ کےسب انتظامات مدرسہ کرتاہے، اب آزادول کے باہرآبادی سے متصل ہی ایک نئی جگہ زمین مل گئی اورعمارت بھی تیارہوگئی، ان کے علاوہ بھی کئی اداروں کی سرپرستی اورمعاونت فرماتے ہیں۔

دعوت وتبلیغ اوراصلاحی سلسلہ میں مختلف ممالک کاسفربھی برابرجاری ہے،تصوف اورخانقاہ سے بھی تعلق ہے اولاً شیخ الحدیث مولانامحمدزکریاصاحبؒ سے بیعت ہوئے پھرآپ ہی کے حکم سے حضرت مفتی محمودحسن صاحبؒ سے تعلق قائم کیا، پھرحضرت مولاناحکیم محمداختر صاحبؒ سے تعلق ہوااور خلافت سےنوازے گئے۔

تصانیف: آپکی چندتصانیف ۱۔ تاریخِ جامعہ ڈابھیل گجرات ہند ۲۔مقدمۂ بخاری ۳۔ مقدمۂ ترمذی ۴۔مقدمۂ طحاوی ۵۔قومہ جلسہ میں اطمینان کاوجوب اوران میں اذکارکاثبوت ۶۔شبِ براءت کی حقیقت ۷۔عمامہ ٹوپی کرتا ۸۔صحیح اورمناسب ترمسافتِ قصر ۹۔۱۱۔ سوانح امام ابوحنیفہؒ وسوانح امام ابویوسفؒ وسوانح امام محمدؒ ۱۲و۱۳۔مقالات اعظمی اردو،عربی ۱۴۔مقدمہ علم القراءات وتذکرہ ائمہ عشرہ اورانکے رُوات ۱۵۔تذکرہ امام مسلم۔

تاثرات واقوال علماء: عارف باللہ حضرت مولانامحمداحمد پرتاب گڈھیؒ کی خدمت میں حاضری

ہوئی، حضرت مولانا لیٹے ہوئے تھے آپ ادباً پاؤں کی طرف جا کر بیٹھ گئے تو حضرت مولاناؒ نے فوراً اپنا پاؤں سمیٹ لیا اور واپسی کے وقت دس روپے کا نیا نوٹ ہدیۃً عنایت فرمایا۔

فرمایا آپکے شیخ حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ نے: آپکے مکتوبِ محبوب نے قلب کو مسرور کر کے روح پر وجد طاری کر دیا، ذوق عاشقی مبارک ---الخ، بیعت ہونے کے وقت فرمایا: آج تو پکی پکائی بریانی مل گئی۔

فرمایا حضرت مفتی محمد فاروق میرٹھی رحمہ اللہ خلیفۂ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے: اساتذہ میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اعظمیؒ ہیں جو بخاری شریف کا درس دیتے ہیں جو جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں استاذ حدیث رہے، خاص طور سے قابل ذکر ہیں جنکو جبلِ علم کہنا مناسب ہے۔ (افریقہ اور خدمات فقیہ الامت ۱/۱۶۱)

مشہور مبلغ مولانا فاروق مکی صاحب مدظلہ نے آپکے درس میں شرکت فرمانے کے بعد اس طرح اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا: ایسا محققانہ اور دلچسپ درس تو مولانا بنوریؒ کا ہوا کرتا تھا ایسا درس آجکل ملنا مشکل ہے، آپکی ذات ساؤتھ افریقہ والوں کیلئے بہت بڑی نعمت ہے اگر آپ یہاں نہ ہوتے تو یہاں یہ دینی اور علمی جو فضاء ہے شاید نہ ہوتی اللہ تعالی ساؤتھ افریقہ والوں کو آپکی قدردانی کی توفیق عطاء فرمائے۔ (تفصیلی حالات کیلئے دیکھئے آپکی سوانح اردو، انگریزی)

ایک بشارت: شیخ زہیر ناصر الناصر حلبی حنفی مقیم مدینہ منورہ نے اپنے لئے اور اپنی بیٹی اور داماد کیلئے رسالۃ الاوائل پڑھکر حدیث کی اجازت لی اور آپ کے خدام سے فرمایا: مثل هذا الشيخ نادرنادر، التزموه، أولاً لايمانه ثم لمحبته النبي ﷺ ثم لعلمه ایک مرتبہ شیخ اور دیگر حضرات آپ سے الأربعين للنووي کا درس لے رہے تھے مسجد نبوی کے اندر قدمین شریفین کی جانب، شیخ کے بیٹے نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری مسجد میں حدیث کا درس ہو رہا ہے اور آپ سو رہے ہیں؟ وہ بیدار ہو کر مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپکا درس جاری ہے---(مختصراً) (عتیق الرحمن اعظمی)